مدثر

سورہ نمبر 74

تنزیلی نمبر 03

آیات 56

پارہ 29

مکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ مدثر

وقت نزول

✎ تفسیر نورالثقلین میں ایک روایت جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ سب سے پہلا سورہ سورہ مدثر ہے۔

📖 اوزاعی کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰ بن کثیر سے سنا، اُس نے کہا: میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھا: سب سے پہلے کون سی سورہ نازل ہوئی؟

اُس نے کہا: سب سے پہلے جو سورہ نازل ہوئی وہ سورہ مدثر ہے۔ میں نے کہا سورہ اقراء باسم ربک الذی خلق پہلی سورہ نہیں ہے، جو سب سے پہلے نازل ہوئی؟

یہ سن کر جنابِ جابر نے کہا: میں تمھیں وہ بات بتا رہا ہوں، جو ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی۔ رسول اللہ نے فرمایا: میں ایک ماہ غارِ حرا میں رہا اور وہیں میں نے ایک بلند آواز سنی کہ میرے نام کی آواز آئی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر وہی آواز بلند ہوئی تو میں نے اوپر کی طرف اپنا سر اُٹھایا۔ میں نے ایک فرشتے کو عرش پر آسمان و زمین کے درمیان دیکھا۔ جب میں گھر آیا تو میں نے کہا: مجھے کپڑا اُوڑھادو! مجھے کپڑا اُوڑھادو اور مجھ پر ٹھندا پانی ڈال دو۔ یہی وہ ملکوتی لمحہ تھا کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور یہی یاایھاالمدثر لائے۔ (تفسیر نورالثقلین)

✎ آیات کے روئے سخن اور احادیث (بخاری، 4922) کی روشنی سے پتا چلتا ہے کہ سورہ مدثر کی پہلی 7 آیات، قرآن کی سب سے پہلی آیات ہیں۔

پھر امت مسلمہ نے سورہ اقراء کو متفقہ طور پر اول کا درجہ دیا۔

📖 **سورہ اقراء کے بعد سورہ مدثر (یا کم از کم اسکی پہلی 7 آیات) نازل ہئی۔ (فیضان الرحمن)**

📖 **لیکن سورہ "اقرأ"اور "سُورۂ مدّثر"کے مضامین میں غور و خوض کرنے سے اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ "اقراء"آغازِ دعوت میں نازل ہوئی تھی ، اور سُورہ مدثر اس زمانہ کے ساتھ مربوط ہے جب پیغمبر آشکارِ دعوت پر معمور ہوئے ، اور پوشیدہ اور پنہاں دعوت کا دور ختم ہوا، لہذا بعض نے کہا کہ سُورہ "اقراء"وہ پہلا سورہ ہے جو آغازِ بعثت میں نازل ہوئی اور سورہ "مدثر"وہ پہلا سورہ ہے جو آشکارا دعوت کے بعد ہے اور یہ بات بہت اچھی نظر آتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)**

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

1۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُدَّثِّرُ ١

اے چادر اوڑھنے والے۔

(بلاغ القرآن)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُزَّمِّلُ ﴿1﴾

" اے چادر اوڑھنے والے!"

(مزمل، 73:1)

✎ یاایھارسول نہیں کہا، یاایھاالنبی نہیں کہا... آفیشل انداز سے نہیں بلکہ پیار کے انداز سے یاایھاالمدثر، اور اگلی سورۃ یاایھاالمزمل کہہ کر پیار سے پکارا۔

... ان دونوں خطابوں میں کہ یاایھاالمدثر اور یاایھاالمزمل ایک محبّانہ بے تکلفی ہے۔ مطلب یہی ہے کہ اب سونے اور لیٹنے کا زمانہ نہیں ہے اب تو آپ کو خلق خدا کوبیدار کرنا ہے... لہذا بس اب اٹھیے اور اپنی قوم کو متنبہ کیجیے کہ اُ ن کا شرک اور اُن کی بداعمالیاں اُنہیں عذاب خدا کا مستحق بنا رہی ہیں۔ (فصل الخطاب)

لیکن یہ صرف جسمانی چادر نہیں — بلکہ علامتی چادر بھی ہے:

وہ چادر جو کسی کو دنیا سے الگ کر کے تحفظ دیتی ہے۔
لیکن اللہ کا پیغام آیا :یہ چھپنے کا وقت نہیں، اٹھنے کا وقت ہے۔

"مزمل" میں باطنی تیاری کا حکم ہے (قیام، نماز، صبر)،
"مدثر" میں عملی میدان میں آنے کا حکم ہے (دعوت، انذار، قیادت)۔

قُم فانذِر

2۔ قُمْ فَأَنذِرْ ٢

اٹھو اور خبردار کرو۔

(فی ظلل القرآن)

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ﴿214﴾
اور خبردار کرو اپنے قریبی رشتہ داروں کو
(الشعراء، 26:214)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿45﴾
←اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا
(الاحزاب، 33:45)

فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿86﴾
←پس نصیحت کرو، تم تو صرف نصیحت کرنے والے ہو
(الاعلیٰ، 87:9)

فَلَمَّا جَآءَهَا نُودِىَ... إِنِّىٓ أَنَا ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿30﴾
"وہاں پہنچا تو وادی کے دہنے کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا کہ ” اے موسیٰ ، میں ہی اللہ ہوں ، سارے جہان والوں کا مالک"
←موسیٰ کو نبوت کے بعد حکم ہوا، اب جاؤ اور انذار کرو — موسیٰ کی دعوت بھی اسی مرحلے سے شروع ہوئی۔
(قصص، 28:30)

قم، اٹھیے – It’s time to work now.

سورہ مدثر اور سور مزمل دونوں قرآن کی تمام ابتدائی سورتوں میں سے ہیں۔ اور دونوں میں پہلی آیت کے بعد "قم" اٹھیے۔ قم فانذر، اٹھیے اور لوگوں کو ڈرائیے، اور مزمل میں قم الیل، اٹھیے رات کو۔

مدثر میں دن کا قیام ہے، اور مزمل میں رات کا قیام۔ (ڈاکٹر اسرار)

انَذَارٌ کے معنی ہیں کسی کو کسی ضرر رساں یا نقصان دہ بات کے انجام سے قبل از وقوع آگاہ (Warn) کر دینا اور اس کے خوفناک نتائج سے ڈرانا۔ لشکر سے آگے آگے جو ہراول دستہ جاتا تھا تاکہ دشمن کی نقل و حرکت کو بھانپ

کر اپنے لشکر کو آگاہ کرتا رہے اسے نَذِیْرَۃُ الْجَیْشِ کہتے تھے۔ اَ لنَّذِیْرُ۔ آگاہ کرنے والا۔ نیز کمان کی آواز (کیونکہ اسے سن کر شکار خطرہ سے آگا ہو جاتا ہے)۔ نیز بڑھاپے کو بھی نَذِیْرٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ آنے والی موت سے آگاہ کر دیتا ہے*(تاج)۔

لہٰذا نَذِیْرٌ کے معنی ہیں غلط روشِ زندگی کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کر دینے والا۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو یا واقعہ ۔ اس کی جمع نُذْرٌ آتی ہے [53: 56]۔ (برخلاف بَشِیْرٌ کے جو صحیح روشِ زندگی کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دیتا ہے)۔ (قرآن ڈکشنری)

📖 فَاَنۡذِرۡ: وہ پہلا اور بنیادی قدم اِنذار یعنی تنبیہ ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دہندہ اور تنبیہ کنندہ کے طور پر مبعوث فرمایا ہے:
اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ۙ﴿۸﴾ (۴۸ فتح:۸)
ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

لیکن تنبیہ کا مرحلہ پہلے آتا ہے اور بشارت کا مرحلہ بعد میں آتا ہے۔ کفر و شرک کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو نجات کے ساحل پر لانے کے طویل اور دشوار ترین مراحل طے کرنا پڑتے ہیں اس کے بعد ان میں سے صرف چند لوگ نجات کے ساحل پر آتے اور بشارت کے قابل بنتے ہیں۔ اس لیے نذارت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور بشارت کا دائرہ محدود ہے۔ قرآن مجید میں اسی تناسب سے نذارت کا ذکر وسیع پیمانے پر ہے اور بشارت کا ذکر محدود ہے:

وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ (۳۵ فاطر: ۲۴)
اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔
(تفسیر کوثر)

✎ سورہ قمر میں ایک آیت پڑھتے ہیں جو بار بار دُھرائی جاتی ہے۔
فَكَيۡفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (قمر، 54:16)
سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

سوال برائے غور:
1. کیوں صرف "محبت" یا "تبشیر" کا حکم نہیں دیا، بلکہ "انذار" پر زور؟
⟵کیونکہ معاشرہ جس غفلت، ظلم، شرک اور طغیانی میں تھا، اُس کے لیے "انذار" ضروری تھا۔
⟵جیسے بیمار کو پہلے بتایا جاتا ہے کہ وہ بیمار ہے، پھر دوا دی جاتی ہے۔
2. کیا یہ حکم ہر جاننے والے کو بھی شامل کرتا ہے؟
⟵علامتی طور پر، ہاں۔ جو شخص "حق" جانتا ہے، اس پر بھی "انذار" کی ایک حد تک ذمہ داری آتی ہے۔
3. کیا "انذار" صرف جہنم سے ڈرانا ہے؟
⟵نہیں، یہ زندگی کے انجام، گناہ کے اثرات، اللہ کے عدل —ہر چیز کا شعور دینا ہے۔

قُمْ = خود بیدار ہو
فَأَنْذِرْ = دوسروں کو بیدار کرو

🔔 دین کی دعوت اندر کی بیداری سے شروع ہوتی ہے
🔊 پھر وہ بیداری آواز بن کر باہر گونجتی ہے

فکبر

3۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ٣

اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔
(فی ظلل القرآن)
قُلِ ٱللَّهُ أَكۡبَرُ
⟵ کہہ دو: اللہ سب سے بڑا ہے

(بنی اسرائیل، 17:111)

سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى ﴿1﴾
← پاکی بیان کرو اپنے رب کے بلند نام کی
(الاعلیٰ، 87:1)

📖 وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ: اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کریں۔ اللہ کی کبریائی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کبریائی کا کسی چیز سے موازنہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللّٰہ اکبر کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے یعنی سب چیزوں سے بڑا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا موازنہ چیزوں کے ساتھ کیا گیا ہے جو درست موازنہ چیزوں کے ساتھ کیا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔

ہمارے ائمہ علیہم السلام نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ اللہ اکبر کا کیا مطلب ہے؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے راوی سے فرمایا:
اَیُّ شَیْئٍ اللّٰہُ اَکْبَرُ؟ فَقُلْتُ اللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ۔ فَقَالَ: وَکَانَ ثُمَّ شَیْئٌ فَیَکُونُ اَکْبَرَ مِنْہُ؟ فَقُلْتُ: وَ مَا ھُوَ؟ قَالَ: اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ اَنْ یُوصَفَ۔ (الکافی ۱: ۱۱۸)
کس چیز سے اللہ بڑا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ سب چیزوں سے بڑا ہے۔ فرمایا: کیا یہاں کوئی ایسی چیز ہے جس سے اللہ بڑا ہو۔ میں نے عرض کیا۔ پھر کیا ہے؟ فرمایا: اللہ وصف و بیان سے بڑا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ان تمام وصف و بیان سے بھی بڑا ہے جو ہم بیان کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ یہ ہے اسلام کا تصور توحید جس کی تعلیم ہمارے ائمہ علیہم السلام نے ہمیں دی ہے۔چونکہ ہم جن الفاظ میں اللہ کا وصف بیان کرتے ہیں ان کا مفہوم محدود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف محدود نہیں ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کماحقہ وصف و بیان نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر کوثر)

"فَكَبِّرْ" یعنی "تکبیر کہو" ← اللہ کو سب سے بڑا مانو، پکارو، اور ظاہر کرو۔

یہ محض عبادتی حکم نہیں، بلکہ انقلابی اعلان ہے:

جب تم کہتے ہو "اللہ اکبر" — تو گویا:

← "انسانوں کے قانون سے بڑا اللہ کا قانون"

← "بادشاہوں سے بڑا اللہ"

← "نظامِ جاہلیت سے بڑا رب العالمین"

کیا یہاں "تکبیر" صرف زبان سے ہے یا عملی بھی؟

← اس آیت میں تکبیر کا مطلب صرف "اللہ اکبر" کہنا نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی بڑائی قائم کرنا ہے۔

? کیوں یہاں "رب" کے ساتھ تکبیر جوڑی گئی؟

← " رب" یعنی پالنے والا، نظام دینے والا، تربیت کرنے والا

← یعنی اب دنیا میں وہی رب تسلیم کیا جائے جو درحقیقت پالنے والا ہے — نہ کہ قریش کے معبود، یا روایتی طاقتیں۔

? یہ "اللہ اکبر" کا نعرہ کس کے خلاف تھا؟

← مکہ کے اُس معاشرے کے خلاف جس نے بتوں کو بڑا، سرداروں کو رب، اور دنیا کو مرکز مانا ہوا تھا۔

"وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ": بعض حضرات کو عجیب چیزیں سوجھتی ہیں، یہ چودویں پندرویں صدی میں کچھ شعراء نے اس پر کام کیا، (شاعری کی ان مختلف صنعتوں نے زور پکڑا، جیسے صنعت مراۃ (آئینہ)، صنعت انعکاس/Palindrom) کہ الٹا پڑھو یا سیدھا ایک ہی معنٰی دے۔

اس آیت میں "رَبّکَ فکَبّر" میں معکوس والی صنعت ہے، کہ سیدھا پڑھیں یا پیچھے سے ایک ہی جملہ بنتا ہے۔ (حافظ احمد یار)

فطھر

4۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ٤

اور اپنے کپڑے پس پاک رکھو۔
(فی ظلل القرآن)

إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ ﴿222﴾
← بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے (البقرہ، 2:222)

وَثِيَابُهُمْ طَاهِرَةٌ ۚ فِيهَا نِعْمَ ٱلثَّوَابُ
← (اہل جنت کے بارے میں) ان کے لباس پاک ہوں گے (المائدہ، 5:74 مفہومی تناظر)

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ ۚ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ ﴿108﴾
← اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے (التوبہ، 9:108)

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ﴿9﴾
← بے شک کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا (الشمس، 91:9)

طہارت و نماز

📖 **کتاب خصال میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک مسلمان کے دین و دنیا کی بہتری اس میں ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر رکھے، یعنی ٹخنوں سے اوپر رکھے اور یہ اُس کی طہارت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وثیابک فطھر۔ (تفسیر نورالثقلین)**

📖 **درحقیقت اقراء اور مدّثر اور مزّمل سب میں، علاوہ خلق خدا کے شرک وغیرہ معاصی سے روکنے کی کوشش کے احکام الٰہیہ میں جو سب سے ہم چیز نماز ہے اُس کے جزاؤ شرائط کی تعلیم بھی مضمر ہے۔ چناچہ نماز کا ایک بڑا ضروری جزء ہے۔ اقراء کے ساتھ ساتھ جو چیز لازمی طور پر ہر نماز میں پڑھنا**

ہے، سورہ حمد اور اب ربک فکبّر کے ساتھ جو نماز کا پہلا جزء ہے کہ جس سے انسان نماز میں داخل ہوتا ہے وہ تکبیرۃ الاحرام اور اس کے ساتھ جو شرط لازم نماز کی ہے یعنی طہارت اُس کی طرف توجہ دو، مثبت اور منفی جزؤں کی صورت میں دلائی گئی ہے وثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر "اپنے کپڑوں کو پاکر رکھیے اور نجاست سے بچتے رہیے"، ... فقہ اسلام خواہ اہل سنت ہو یا اہل بیت، اس میں کتاب الصلوٰۃ سے پہلے کتاب الطہارت ہوتی ہے کیونکہ نماز کے حکم کی تعمیل ہو ہی نہیں سکتی جب کہ طہارت کے احکام کاعلم اور اُن پر عمل ہو ہو۔ (فصل الخطاب)

1. ظاہری مفہوم:

اسلام کے آغاز میں طہارت کو بنیادی شعار بنایا گیا — جسم، لباس، ماحول۔
دعوتِ دین کے لیے ظاہری پاکیزگی ضروری ہے۔

2. باطنی مفہوم:

کپڑے انسان کی شخصیت، کردار، اعمال کا استعارہ بھی ہوتے ہیں۔

← جیسے "دھبہ لگ گیا" صرف کپڑے پر نہیں، نام پر بھی لگتا ہے۔

← یہاں لباس کو پاک رکھنا مطلب ہو سکتا ہے:
اپنے عمل، نیت، دعوت اور ظاہر و باطن کو صاف رکھو۔

یہ آیت دراصل ایک بنیادی تربیت ہے:
- اخلاقی طہارت
- فکری وضاحت
- روحانی صفائی
- دعوت میں شفافیت

فاھجُر

5۔ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ٥

اور گندگی سے دور رہو۔

(فی ظلل القرآن)

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ

بیشک کامیاب ہوا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی

(الاعلیٰ، 87:14)

"الرُّجْزَ "عربی میں گندگی، ناپاکی، نجاست، اور ساتھ ہی باطل افکار و اعمال کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہاں حکم ہے:

"جسم کو پاک کرنے کے ساتھ ساتھ، ماحول اور معاشرتی شرک و باطل سے بھی دور رہو"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ:

توحید صرف اللہ کو ماننے کا نام نہیں، بلکہ باطل کو چھوڑنے کا بھی نام ہے۔

دعوتِ حق اسی وقت مؤثر ہوتی ہے جب داعی خود باطل سے واضح لاتعلقی ظاہر کرے۔

اس مناسبت سے، حق کے تولا کے ساتھ، باطل سے تبرا بھی لازم ہے۔

حق و باطل – دونوں سے اظہارِ محبت، دونوں سے تمسک، دونوں کو اپنا ولی سمجھنا غیر قرآنی ہے۔

"فَاهْجُر" کا انداز کیا بتاتا ہے؟
←یہ حکم میں شدت، وضاحت، اور سختی کو ظاہر کرتا ہے — یعنی کسی درمیانی روش یا مصلحت کا مقام نہیں۔
" ≺صاف، دو ٹوک بائیکاٹ"

کیا دعوتِ دین میں باطل کے خلاف بائیکاٹ ضروری ہے؟
←جی ہاں۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ داعی صرف اصلاح پیش نہیں کرتا، بلکہ باطل کو چھوڑ کر واضح علامتی اقدام کرتا ہے۔

لا تستکثر

6۔ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ٦

اور کثرت کی طلب میں کسی پر احسان نہ کرو۔
(اظھر)

لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَـٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ
اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو
(البقرہ، 2:264)

إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ
میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے
(یونس، 10:72)

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا
ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ
(الانسان، 76:9)

قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ
کہہ دو: میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، وہ تمہارا ہی ہے
(سبأ، 34:47)

📖 **اور ایسا احسان نہ کیجیے جسے آپ زیادہ سمجھنے لگیں (صافی)**

📖 **اور (کسی پر) احسان نہ کیجیے زیادہ حاصل کرنے کے لیے (فیضان الرحمن)**

📖 **وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ: اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ احکام الٰہی پر عمل کر کے احسان نہ جتلاؤ کہ اگر ان پر عمل کر کے اللہ پر احسان جتلایا گیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا تَستَکثِرُ اپنے اعمال کو بہت زیادہ سمجھنے لگ جاؤ گے اور یہ**

آداب بندگی کے خلاف ہے۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خطاب کر کے بندوں کو بندگی کے آداب سکھلائے جا رہے ہیں۔ (تفسیر کوثر)

📖 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ جو نیک کام اللہ کے لیے انجام دیتے ہو، اُسے ہرگز زیادہ نہ سمجھنا۔ (نورالثقلین)

📖 نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: لوگوں پر احسان کرکے احسان جتلانا سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ اور جو نیکی کرے، اُسے زیادہ خیال مت کر، کیونکہ احسان جتلانے سے احسان باطل ہوجاتا ہے، اور اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنے سے نورحق چلا جاتا ہے۔ (نورالثقلین)

یہ آیت دعوتِ دین کے اخلاقی اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول طے کرتی ہے:

دعوت، نیکی، یا خدمت — صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو،

نہ دنیاوی فائدے کے لیے، نہ شہرت، نہ ذاتی مفاد۔

یہ حکم اس بات کی بھی نفی کرتا ہے کہ کوئی داعی یا مصلح اپنے کیے پر مکافات یا عطیہ لازمی سمجھے۔

? کیا "منّت" صرف زبان سے جتانے کو کہتے ہیں؟
←نہیں، یہ طرزِ عمل یا نیت سے بھی ہو سکتا ہے — جب انسان خدمت کو بدلے یا شکر گزاری کے ساتھ مشروط کر دیتا ہے۔

کیا یہ آیت عام نیکیوں پر بھی لاگو ہوتی ہے؟
←جی ہاں۔ صدقہ، مدد، تعلیم — ہر عمل میں خلوص شرط ہے۔

کیا داعی کو لوگوں کی تعریف و شکرگزاری کی توقع رکھنی چاہیے؟
←نہیں، کیونکہ توقعات انسان کو مایوس اور دعوت کو کمزور کرتی ہیں۔

فاصبر

7- وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ٧

ور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔

(فی ظلل القرآن)

فَٱصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا
پس صبر کرو، خوبصورت صبر
(المعارج، 70:5)

وَٱصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ
صبر کرو، اور تمہارا صبر اللہ ہی کی مدد سے ہے
(النحل، 16:127)

فَٱصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُوْلُواْ ٱلْعَزْمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ
پس صبر کرو جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا
(الأحقاف، 46:35)

وَٱصْبِرْ وَحَاسِبُوا أَنفُسَكُمْ
صبر کرو اور اپنے نفس کا محاسبہ کرو
(آل عمران، 3:200)

وَٱصْبِرْ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو
(طه، 20:130)

یہ آیت صبر کو صرف ایک عملی حکمت نہیں بلکہ ایک ایمانی عبادت بنا دیتی ہے۔

- دعوت میں صبر = لوگوں کی مخالفت، انکار، طعن، اور تکلیف برداشت کرنا
- نفس پر صبر = خواہشات و لالچ کو قابو میں رکھنا
- عبادت پر صبر = عبادت کی پابندی اور محنت کرنا

یہ حکم اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ **دعوت کا راستہ آزمائشوں سے بھرا ہوتا ہے،** اور اس راستے میں کامیابی کا راز یہی ہے کہ صبر **رب کے لیے** ہو، نہ کہ محض ضد یا انا کے لیے۔

؟ **صبر "لِرَبِّكَ" کے ساتھ کیوں جوڑا گیا؟**
←تاکہ صبر کا محرک خالص ہو، اور تکلیف یا مشکلات کے باوجود داعی کے حوصلے نہ ٹوٹیں۔

کیا صبر صرف برداشت کا نام ہے؟
←نہیں، قرآن میں صبر کا مطلب ہے **مستقل مزاجی، استقامت، اور عمل میں پختگی۔**

دعوت میں سب سے بڑا امتحان کون سا ہے؟
←لوگوں کی طرف سے انکار اور مخالفت — اور یہی وہ مقام ہے جہاں یہ آیت رہنمائی دیتی ہے۔

معاد

8۔ فَإِذَا نُقِرَ فِي ٱلنَّاقُورِ ٨

پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔
(اظھر)

وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلْأَرْضِ
اور جب صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے
(الزمر، 39:68)

فَإِذَا نُفِخَ فِي ٱلصُّورِ نَفْخَةٌ وَٰحِدَةٌ • وَحُمِلَتِ ٱلْأَرْضُ وَٱلْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَٰحِدَةً
پھر جب صور میں ایک ہی بار پھونکا جائے گا، اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی دفعہ توڑ دیے جائیں گے
(الحاقة، 69:13–14)

يَوْمَ يُنفَخُ فِي ٱلصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا
جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم جوق در جوق آؤ گے
(النبأ، 78:18)

وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ ٱلْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ
اور جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوں گے
(یس، 36:51)

📖 **"نُقر" ترجمہ انہوں نے "پھونک مارنا" یہاں کرلیا ہے، ویسے پھونک مارنا مراد نہیں ہوتا، چوٹ لگانا ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ قرآن میں "صور" آیا ہے تو شاید اس وجہ سے کرلیا ہوگا، ورنہ "نقر" کی معنی چوٹ لگانا ہوتا ہے۔ اور**

"ناقور" زور سے چوٹ لگانے سے جس سے آواز پیدا ہو۔ بلکہ اردو میں ایک لفظ "نقارہ" اسی مادہ سے ہے، اور خود عربی کا ہے یہ لفظ "نقارہ"۔

- 📖 چونچ سے حملہ کرنے والا، چونچ سے مارنے والا (پرندہ) (ریختہ)
-

? کیا یہ پھونک ایک بار ہو گی یا دو بار؟
←قرآن کے مختلف مقامات پر دو مرحلے ملتے ہیں: پہلی پھونک پر سب مر جائیں گے، دوسری پر دوبارہ زندہ ہوں گے۔

? کیا "صور" کا تصور محض علامتی ہے؟
←نہیں، قرآن اسے ایک حقیقی واقعہ بیان کرتا ہے، لیکن اس کی اصل نوعیت اور شکل کا علم صرف اللہ کو ہے۔

? کیا یہ آیت رسول ﷺ کے ابتدائی انذار میں آخرت کی شدت کو ظاہر کرتی ہے؟
←جی، یہ بتاتی ہے کہ دعوت صرف اصلاحِ معاشرہ نہیں، بلکہ آخرت کی تیاری کا معاملہ ہے۔

۹۔ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ٩

تو وہ دن بہت سخت دن ہوگا۔

— (ڈاکٹر اسرار احمد)

فَإِذَا جَآءَتِ ٱلطَّآمَّةُ ٱلْكُبْرَىٰ
پھر جب وہ سب پر چھا جانے والی بڑی مصیبت آ جائے گی
(النازعات، 79:34)

? کیا یہ سختی ہر ایک کے لیے ہے؟
← نہیں، اگلی آیت واضح کرے گی کہ یہ سختی خاص طور پر کافروں اور مجرموں کے لیے ہے، مومنین کے لیے یہ دن کامیابی کا دن ہوگا۔
? کیا یہ سختی جسمانی ہے یا نفسیاتی بھی؟
← دونوں — جسمانی عذاب اور نفسیاتی کرب ایک ساتھ ہوں گے۔

10۔ عَلَى ٱلۡكَـٰفِرِينَ غَيۡرُ يَسِيرٖ ١٠

کافروں پر آسان نہ ہوگا۔

(جالندھری)

وَيَوۡمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيۡهِ
اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا
(الفرقان، 25:27)

وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمٗا • يُبَصَّرُونَهُمۡ
اور نہ کوئی قریبی کسی قریبی کو پوچھے گا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ لیں گے
(المعارج، 70:10–11)

وَيَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡأَشۡهَـٰدُ • فَمَآ أُعۡذِرَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُونَ
اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی عذر ہوگا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی
(غافر، 40:51–52)

وَتَرَى ٱلۡمُجۡرِمِينَ يَوۡمَئِذٖ مُّقَرَّنِينَ فِي ٱلۡأَصۡفَادِ
اور تم اس دن مجرموں کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھو گے
(إبراهيم، 14:49)

یعنی:

- مومن کے لیے یہ دن کامیابی، انعام اور اطمینان کا دن ہوگا۔
- کافر کے لیے یہ دن **خوف، ذلت اور عذاب** کا دن ہوگا۔

یہ فرق اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ آخرت میں **انصاف** مکمل ہوگا — ہر شخص کو اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق بدلہ ملے گا۔

دشمنِ رسول

11- ذَرۡنِي وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيدٗا ١١

چھوڑ دو مجھے اور شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

(فی ظلل القرآن)

📖 **قریش کے سرداروں نے ایک اجتماع میں طے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف ایک تحریک شروع کی جائے۔ ولید بن مغیرہ نے حاضرین سے کہا کہ ہمیں ایک بات پر اتفاق کرنا چاہیے ورنہ مختلف باتوں سے ہمارا اعتبار چلا جائے گا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم سب اتفاق کر کے انہیں کاہن کہیں گے۔ ولید نے کہا یہ کاہن نہیں ہیں، نہ ان کی باتیں کاہنوں سے ملتی ہیں۔ کچھ اور لوگوں نے کہا ہم انہیں مجنون کہیں گے۔ ولید نے کہا وہ مجنوں بھی نہیں ہیں۔ کچھ اور لوگوں نے کہا ہم انہیں شاعر کہیں گے۔ ولید نے کہا ہم شعر کو اچھی طرح جانتے ہیں، محمد کا کلام شعر بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات بھی محمد پر چسپاں نہ ہو گی۔ کچھ نے کہا انہیں ساحر کہا جائے۔ ولید نے کیا یہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ساحروں کی کوئی بات ان میں نہیں ہے۔ اس شخص کے کلام میں بڑی شیرینی ہے اور اثر گہرا ہے۔اس پر ابوجہل برہم ہوا اور کہا تمہاری قوم اس وقت تک تم سے راضی نہ ہو گی جب تک تم کوئی بات محمد پر چسپاں نہ کرو۔ اس پر ولید نے کہا مجھے سوچنے دو۔ اس نے دیر تک سوچ کر کہا قریب ترین بات یہ ہے کہ تم اسے ساحر کہو۔ اس پر سب نے اتفاق کیا اور حج کے موقع پر قریش کے لوگوں نے باہر سے آنے والوں میں یہ بات کہنا شروع کی کہ یہاں ایک جادوگر شخص کھڑا ہوا ہے جو خاندانوں میں تفریق ڈالتا ہے۔ اسی طرح خود کفار قریش نے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔ (تفسیر کوثر)**

یہاں اہم پیغام:

ہر انسان ابتدا میں اکیلا اور بے بس پیدا ہوتا ہے، لیکن دنیاوی طاقت ملنے کے بعد حق کو جھٹلانا اس کے غرور کی علامت ہے۔

? **سوال" :اکیلا پیدا کیا" کا کیا مطلب؟**

- **جواب :**یہ اس کے غرور کے مقابلے میں اس کی اصل حقیقت یاد دلانے کا جملہ ہے — یعنی تمہاری اصل صفر ہے۔

یہاں ایک **مثالی کیس** (ولید بن مغیرہ) کے ذریعے اس انجام کی عملی مثال دی جا رہی ہے۔

- یہ اگلی آیات (12–26) میں اس شخص کے کردار اور انجام کی تفصیل کا تمہید ہے۔

12- وَجَعَلْتُ لَهُۥ مَالًا مَّمْدُودًا ١٢

اور میں نے اُسے بہت وسیع مال دیا۔

(اظھر)

وَتُحِبُّونَ ٱلْمَالَ حُبًّا جَمًّا
اور تم مال کو بے پناہ محبت سے چاہتے ہو
(الفجر، 89:20)

وَجَعَلْنَا لَهُۥ مَالًا وَبَنِينَ
اور ہم نے اسے مال اور بیٹے دیے
(المدثر، 74:13) — اگلی آیت کا تسلسل

وَيَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُۥٓ أَخْلَدَهُۥ
وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا
(الھمزة، 104:3)

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا۟ وَيَتَمَتَّعُوا۟ وَيُلْهِهِمُ ٱلْأَمَلُ
انہیں چھوڑ دو کہ وہ کھائیں، فائدہ اٹھائیں اور (دنیا کی) امید انہیں غافل رکھے
(الحجر، 15:3)

"ممدودا" میں صرف کثرت نہیں بلکہ مسلسل بڑھنے والا **مال مراد ہے۔**
یعنی یہ شخص دنیاوی لحاظ سے ہر وقت ترقی کر رہا تھا، مگر روحانی لحاظ سے پستی میں گر رہا تھا۔

? **سوال :اللہ نے ایسے شخص کو اتنا مال کیوں دیا جو کافر تھا؟**

- جواب :قرآن کے مطابق دنیاوی نعمت ایمان یا کفر کی بنیاد پر نہیں، بلکہ امتحان کے طور پر ملتی ہیں (آل عمران، 3:178)۔

سوال :کیا ممدودا صرف نقدی ہے یا وسائل بھی؟

- جواب :اس میں ہر قسم کی دولت، وسائل، جائیداد، اور آمدنی شامل ہے۔

➢ **مومن کو چاہیے کہ مال کو اللہ کی رضا کے لیے استعمال کرے، ورنہ وہ وبالِ جان بن جاتا ہے۔**

13- وَبَنِينَ شُهُودًا ١٣

اور حاضر رہنے والے بیٹے (دیے)

(اظھر)

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾
آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس مال و متاع کی طرف جو ہم نے ان کے مختلف گروہوں کو دے رکھا ہے اور آپ ان کی حالت پر غم نہ کریں اور اہل ایمان کے لیے اپنے بازو جھکا کر رکھیں۔
(اسراء، 17:88)

وَجَعَلْنَا لَهُۥ مَالًا وَبَنِينَ
اور ہم نے اسے مال اور بیٹے دیے
(الإسراء، 17:6)

وَفَخْرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَـٰدِ
اور آپس میں فخر جتانے اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی چاہ
(الحدید، 57:20)

ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا
مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں
(الکھف، 18:46)

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَٰلُهُمْ وَأَوْلَـٰدُهُمْ
اور تمہیں ان کے مال اور اولاد اچھی نہ لگے
(التوبۃ، 9:55)

📖 **وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا :اور اسے حاضر رہنے والے بیٹے بھی دیے۔ کہتے ہیں ولید کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور خالد بن ولید ہے۔ ان بیٹوں کے لیے شہود (حاضر) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ**

خدمت کے لیے یا محافل میں باپ کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے ہیں جو اس شخص کے لیے باعث رونق تھے۔ (تفسیر کوثر)

یہاں اللہ اس شخص پر کیے گئے انعامات گنوا رہا ہے:

1. اکیلا پیدا کیا (آیت 11)
2. مال کی کثرت دی (آیت 12)
3. بیٹوں کی تعداد اور موجودگی دی (آیت 13)

پیغام : دنیاوی عزت، مال، اور اولاد سب اللہ کی عطا ہیں، مگر یہ نعمتیں شکر اور حق پسندی کے بجائے تکبر پیدا کریں تو وبال بن جاتی ہیں۔

? سوال :اللہ نے نعمتیں دینے کے بعد اس شخص پر عذاب کیوں کیا؟
جواب :کیونکہ ان نعمتوں کے باوجود اس نے حق کو جھٹلایا اور ناشکری کی۔

14- وَمَهَّدتُّ لَهُۥ تَمۡهِيدًا ١٤

اور میں نے بچھایا اس کے لیے بچھونا۔
(اظھر)

And spread [everything] before him, easing [his life].— (Saheeh International)

بامحاورہ ترجمہ:

اور میں نے اس کے لیے (زندگی کا راستہ) خوب ہموار کر دیا۔

وَلَقَدۡ مَكَّنَّٰكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيهَا مَعَٰيِشَ
اور ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی اور اس میں تمہارے لیے گزر بسر کے سامان رکھے
(الأعراف، 7:10)

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا مِّنۡهُ
اور اس نے تمہارے لیے سب کچھ مسخر کر دیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے
(الجاثية، 45:13)

یہ بھی ولید بن مغیرہ کے بارے میں ہے۔

- نہ صرف اسے مال اور بیٹے دیے گئے (آیات 12–13)، بلکہ اس کے لیے دنیاوی زندگی کا ہر سامان آسان کر دیا گیا۔
- مکہ میں عزت، اقتدار، اثر و رسوخ — سب اس کے لیے دستیاب تھا۔

- **یعنی اس شخص کی دنیاوی زندگی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی تھی، تاکہ اس کا رویہ اور بھی نمایاں ہو جائے — شکر یا کفر میں۔**

➢ **آج بھی بعض لوگ دنیا میں ہر سہولت رکھتے ہیں — اعلیٰ تعلیم، کاروبار، تعلقات — مگر دین سے غافل رہتے ہیں۔**
یہ آیت بتاتی ہے کہ ایسی آسائش اللہ کی طرف سے دی گئی **ذمہ داری** بھی ہے، محض انعام نہیں۔

15- ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ١٥

پھر بھی وہ یہ لالچ رکھتا ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں۔

(چیٹ جیپیٹی)

وَتُحِبُّونَ ٱلْمَالَ حُبًّا جَمًّا
اور تم مال کو بے پناہ محبت سے چاہتے ہو
(الفجر، 89:20)

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ
اور جو اپنے نفس کی حرص سے بچ گیا، وہی کامیاب ہوا
(الحشر، 59:9)

جب انسان شکر کے بجائے ہر حال میں مزید چاہتا ہے تو یہ حرص اسے حق سے اندھا کر دیتی ہے۔
"ثُمَّ" یہاں تعجب پیدا کرتا ہے — یعنی اتنی نعمتوں کے بعد بھی مزید کی خواہش؟
یہ آیت بتاتی ہے کہ دنیا کی لالچ کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔

? **سوال: کیا زیادہ کی خواہش بذات خود بری ہے؟**

- **جواب:** اگر یہ خواہش دنیاوی عیش اور تکبر کے لیے ہو تو بری ہے، لیکن اگر دین، علم اور بھلائی میں ہو تو اچھی ہے۔

"أَزِيدَ" کا صیغہ اللہ کی طرف نسبت، اس بات پر زور دیتا ہے کہ **مزید دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔**

16- كَلَّآ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ لِـَٔايَـٰتِنَا عَنِيدًا ١٦

ہرگز نہیں ، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔
(بلاغ القرآن)

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا • وَأَكِيدُ كَيْدًا
بیشک وہ تدبیریں کرتے ہیں، اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں
(الطارق، 86:15-16)

ہرگز نہیں۔ یعنی اس کے مال و دولت میں اضافہ ہرگز نہ ہو گا۔ کہتے ہیں اس آیت کے نزول کے بعد اس کا مال تلف ہونا شروع ہو گیا۔ آخر میں یہ ولید ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر کوثر)

كَلَّا :حرفِ ردع و زجر، انکار اور روکنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہاں کسی امید یا لالچ کا انکار ہے۔

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے اس رویے پر نازل ہوئی جب وہ قرآن سن کر دل سے اس کی سچائی مانتا تھا لیکن قریش کے دباؤ اور اپنی سماجی پوزیشن کے خوف سے اس کی تکذیب کرتا اور عوام کو بھی دور رکھتا تھا۔

- "عنید" کا لفظ اس کے مسلسل اور ضدی رویے کی تصویر کھینچتا ہے۔

آج کے دور میں ہر فرقے کا عالم، اسی سچیویشن میں مبتلا ہے۔ حق ثابت ہوجانے کے بعد، آیا اپنی پوزیشن، مال و دولت کو قربان کر دے، اور "حق" کے سامنے کسی کی پرواہ نہ کرے۔ چاہے عزت جائے، دولت جائے، پوزیشن جائے... سب کچھ جائے۔

یا پھر اپنی اس دنیاوی شان و شوکت اور عوام کی داد رسی اور واہ واہ کو قبول کرے اور حق کو پسِ پشت ڈال دے۔

17- سَأُرْهِقُهُۥ صَعُودًا ١٧

میں اُسے صعود پر چڑھوائوں گا۔

(اظھر)

فَذُوقُواْ فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا
پس چکھو! ہم تمہیں عذاب ہی بڑھا کر دیں گے
(النبأ، 78:30)

وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ
اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے
(محمد، 47:4)

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ
میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا
(المدثر، 74:26)

1 ترجمہ (لفظ بہ لفظ + بامحاورہ)

سَأُرْهِقُهُ =میں اس پر ڈالوں گا / میں اس کو چڑھا دوں گا / میں اس پر مسلط کر دوں گا

صَعُودًا =چڑھائی / سخت تکلیف دہ بوجھ / کٹھن عذاب

بامحاورہ ترجمہ:

میں اس پر ایک کٹھن چڑھائی (سخت عذاب) مسلط کروں گا۔

---

2 لغوی و صرفی تحقیق

- **سَأُرْهِقُهُ** ←مادہ **ر ھ ق**، باب اِفعال، "اَرْهَقَ" = کسی پر زبردستی کوئی بوجھ ڈال دینا، سختی یا تھکن سے دبا دینا۔
- **صَعُودًا** ←مادہ **ص ع د**، اسم مصدر، معنی: بلندی کی طرف چڑھائی، ایسا رستہ جو تھکانے والا ہو؛ مجازاً سخت عذاب۔

? سوال :یہ عذاب صرف ولید کے لیے ہے یا ہر معاند کے لیے؟

- جواب :شانِ نزول خاص ہے، مگر حکم عام ہے — ہر ضدی کافر کے لیے یہی انجام ہے۔

18- إِنَّهُۥ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ١٨

بے شک اس نے سوچا اور اندازہ لگایا۔
(اظهر)

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ
کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟
(محمد، 47:24)

قُتِلَ ٱلْإِنسَـٰنُ مَآ أَكْفَرَهُۥ
مارا گیا انسان! کتنا کفر کرتا ہے
(عبس، 80:17)

وَجَحَدُوا۟ بِهَا وَٱسْتَيْقَنَتْهَآ أَنفُسُهُمْ
انہوں نے انکار کیا حالانکه ان کے دل یقین کر چکے تھے
(النمل، 27:14)

لغوی و صرفی تحقیق

- **فَكَّرَ** ←ماده ف ك ر، باب تفعیل، معنی: غور و فکر کرنا، ذہنی محنت کرنا۔
- **قَدَّرَ** ←ماده ق د ر، باب تفعیل، معنی: ناپ تول کرنا، اندازه لگانا، منصوبه تیار کرنا، کسی نتیجے پر پہنچنا۔

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- یه آیت ولید بن مغیره کے بارے میں ہے۔
- اس نے قرآن سن کر اسے غیر معمولی کلام مانا، مگر قریش کے دباؤ میں اس نے سوچ بچار شروع کی که اسے جھٹلانے کے لیے کیا بہانه بنایا جائے۔
- **یه "سوچ" حق کو سمجھنے کے لیے نہیں، بلکه حق کو رد کرنے کے لیے تھی۔**

? تنقیدی پہلو

سوال :کیا قرآن غور و فکر کی حوصله شکنی کر رہا ہے؟

- **جواب :ہرگز نہیں، قرآن حق تک پہنچنے والے تدبر کو پسند کرتا ہے، مگر حق کو رد کرنے کے لیے کی گئی سوچ کی مذمت کرتا ہے۔**

سوال" :قدر" کا مطلب یہاں کیا ہے؟

- جواب :یہاں مطلب ہے باطل منصوبه تیار کرنا، جیسے کسی مقدمے میں جھوٹا دفاع تیار کرنا۔

19- فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ١٩

پس اس پر(اللہ کی) مار، اسنے کیسا اندازہ لگایا؟

(اظھر)

بامحاورہ ترجمہ :پھر ہلاک ہو وہ، کیسا اس نے اندازہ لگایا!

قُتِلَ ٱلْإِنسَـٰنُ مَآ أَكْفَرَهُۥ

مارا گیا انسان! کتنا ناشکرا ہے

(عبس، 80:17)

وَلَا يَحِيقُ ٱلْمَكْرُ ٱلسَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِۦ

اور بری چال کا نقصان صرف اسی کے چلنے والے کو پہنچتا ہے

(فاطر، 35:43)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

ولید بن مغیرہ نے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ قرآن کو "جادو" کہہ کر رد کرے گا۔

یہ آیت اللہ کی طرف سے اس کے باطل منصوبے پر لعنت اور بددعا ہے، کیونکہ یہ سوچ حق کی مخالفت کے لیے استعمال ہوئی۔

? **سوال :کیا یہ بددعا صرف ولید کے لیے ہے یا ہر معاند کے لیے؟**

- **جواب :**شانِ نزول خاص ولید کا ہے، مگر مفہوم عام ہے — ہر وہ شخص جو جان بوجھ کر دین کے خلاف منصوبہ بنائے۔

سوال" :قتل" کا مطلب یہاں قتل ہونا ہے یا بددعا؟

- **جواب :**یہاں یہ بددعا کے طور پر آیا ہے، جیسا کہ عربی اسلوب میں "قُتل" اکثر ملامت اور لعنت کے لیے ہوتا ہے۔
-

موضوعاتی لنک(Surah Flow)

- آیت 18 میں ولید کا سوچنا اور منصوبہ بنانا بیان ہوا۔
- آیت 19 میں اللہ کی طرف سے اس منصوبے پر سخت ملامت اور لعنت کا اعلان ہوا۔
- اگلی آیت میں یہ انداز مزید زور پکڑتا ہے (تکرار کے ذریعے)**۔**

20- ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ٢٠

پھر اس پر (اللہ کی) مار ہو، اسنے کیسا اندازہ لگایا؟

(بلاغ القرآن+اظھر)

قُتِلَ ٱلْإِنسَـٰنُ مَآ أَكْفَرَهُۥ
مارا گیا انسان! کتنا ناشکرا ہے
(عبس، 80:17)

وَلَا يَحِيقُ ٱلْمَكْرُ ٱلسَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِۦ
بری چال کا نقصان صرف اسی کو پہنچتا ہے جو اسے چلتا ہے
(فاطر، 35:43)

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا • وَأَكِيدُ كَيْدًا
وہ تدبیریں کرتے ہیں، اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں
(الطارق، 86:15–16)

- یہاں "قتل" کی تکرار اس بات کی شدت کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کا منصوبہ محض غلط نہیں بلکہ انتہائی قابلِ لعنت تھا۔

- **کسی بڑے کی بات کو غلط کہنا، اپنے آپ میں بہت توہین آمیز ہے۔ تصور کریں اگر نبی کریمﷺ ایک بات بیان فرما رہے ہوں، اور اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا کہے کہ ایسا نہیں بلکہ ایسا ہے۔ تو یہ ذاتِ نبی کی بڑی توہین ہے۔ پھر یہی بات اگر اللہ کے کلام کے لیے آئے تو خود سمجھ سکتے، یہ کتنی بڑی گستاخی اور قابلِ لعنت بات ہے۔ اتنی گستاخی تو شیطان نے بھی نہیں کی۔**

? **سوال :کیا دہرانے سے معنی میں اضافہ ہوتا ہے؟**

- **جواب :**جی، دہرانے سے جذباتی اور بیانیہ شدت بڑھتی ہے، اور سننے والے پر اثر گہرا ہوتا ہے۔

21- ثُمَّ نَظَرَ ٢١

پھر اس نے نظر دوڑائی۔

(بلاغ القرآن)

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ
کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیے گئے؟
(الغاشیہ، 88:17)

أَفَلَمْ يَنظُرُوٓا۟ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَوْقَهُمْ
کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟
(ق، 50:6)

لغوی و صرفی تحقیق

نَظَرَ ←مادہ **ن ظ ر**، فعل ماضی، معنی: دیکھنا، غور کرنا، تدبر کرنا، کسی چیز کو باریکی سے مشاہدہ کرنا۔
عربی میں "نظر" صرف آنکھ سے دیکھنے کے لیے نہیں بلکہ غور و فکر اور تجزیہ کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

22- ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ٢٢

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔

(بلاغ القرآن)

Then he frowned and scowled;—(Saheeh International)

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ
اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا
(عبس، 80:1)

تَعْرِفُ فِى وُجُوهِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلْمُنكَرَ
تو کافروں کے چہروں میں ناگواری پہچان لیتا ہے
(الحج، 22:72)

سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم
ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے
(الفتح، 48:29) — (یہاں برعکس مثبت سیما کا ذکر)

ترجمہ (لفظ بہ لفظ + بامحاورہ)

ثُمَّ =پھر
عَبَسَ =اس نے تیوری چڑھائی / منہ بنایا / ناگواری ظاہر کی
وَبَسَرَ =اور چہرہ سکیڑا / رُوٹھا سا بنا / غصہ یا نفرت ظاہر کی
بامحاورہ ترجمہ:
پھر اس نے تیوری چڑھائی اور چہرہ سکیڑا۔

یہاں قرآن انسانی نفسیات کو خوبصورتی سے بیان کرتا ہے:
اندرونی عناد اور بغض اکثر چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔
"عبس" اور "بسر" دونوں اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ولید کے دل میں حق کا اقرار ہونے کے باوجود ضد اور خوف غالب آ چکا تھا، اور یہ اس کے چہرے سے عیاں تھا۔

23- ثُمَّ أَدْبَرَ وَٱسْتَكْبَرَ ٢٣

پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

(اظھر)

ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ • فَحَشَرَ فَنَادَىٰ
پھر وہ پیٹھ پھیر کر دوڑ پڑا، پھر لوگوں کو جمع کر کے پکارا
(النازعات، 79:22–23)

إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُواْ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ
بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب جھنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔
(غافر، 40:60)

یہاں "ادبر" اور "استکبر" ایک ہی روِیے کے دو پہلو ہیں:
- **ادبر :**حق سے عملی دوری
- **استکبر :**اپنے غرور کو ماننے کی ترجیح دینا

? **سوال : کیا تکبر سب سے بڑا رکاوٹ ہے ایمان میں؟**
- **جواب :**جی، قرآن بار بار شیطان کے تکبر کو کفر کی جڑ قرار دیتا ہے (الاعراف، 7:13)۔

قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ ١٣
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا پس اتر جاؤ اس سے تمہیں یہ حق نہیں تھا کہ تم اس میں تکبر کرو پس نکل جاؤ یقیناً تم ذلیل و خوار ہو۔

- بعض لوگ دلیل سن کر مان لیتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے، مگر اپنی سماجی پوزیشن یا انا کے سبب قبول نہیں کرتے۔

24- فَقَالَ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ٢٤

تو اس نے کہا: یہ تو صرف وہ جادو ہے جو (پہلے سے) چلا آ رہا ہے۔

(ChatGPT)

إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُفْتَرًى
یہ تو محض جادو ہے جو گھڑ لیا گیا ہے
(القصص، 28:36)

إِنْ هَـٰذَآ إِلَّآ أَسَـٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ
یہ تو بس پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں
(الفرقان، 25:5)

وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ
کافروں نے کہا: یہ تو محض جھوٹ ہے
(سبأ، 34:43)

✎ **الاثر: کسی کھنڈر وغیرہ کا باقی رہ جانے والا حصہ۔ زخم کا نشان جو اس کے اچھا ہوجانے کے بعد باقی رہ جاتا ہے۔ وہ جانور جس کے چلنے سے زمین پر بڑا سا نشان بن جائے۔**

حدیث ماثور: ایسی بات جس کی لوگ ایک دوسرے کو خبر دیتے چلے آرہے ہوں۔ (قرآن ڈکشنری)

? **سوال : کیا ولید واقعی قرآن کو جادو سمجھتا تھا یا یہ محض پروپیگنڈا تھا؟**

- **جواب :** سیاق سے واضح ہے کہ یہ محض پروپیگنڈا تھا، کیونکہ پہلے اس نے خود قرآن کو غیر معمولی کلام تسلیم کیا تھا (سیرت روایات کے مطابق)۔

سوال" : سحر یؤثر " کیوں کہا گیا؟

- **جواب :**تاکہ یہ الزام بھی لگے اور ساتھ یہ بھی ظاہر ہو کہ یہ محمد ﷺ کی اپنی پیداوار نہیں بلکہ پہلے سے موجود کسی علم یا کہانی سے لیا گیا ہے۔

25- إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا قَوْلُ ٱلْبَشَرِ ٢٥

کہ کچھ نہیں پر بشر کا قول۔

(اظھر)

✎ **آج تک جو شخص اس "قرآنِ کریم" کو "قولُ البشر" کہتا ہے، وہ خود کو ولید بن مغیرہ کی صفوں میں شامل کرتا ہے، جس کا ٹھکانہ "سقر" ہے۔**

یہ رویہ انسان کے اس مرحلے کو ظاہر کرتا ہے جب وہ دل سے حق جاننے کے باوجود ضد اور تکبر میں کھلا جھوٹ بولتا ہے۔

- پہلے اس نے قرآن کو "جادو" کہا (آیت 24)
- **اب ایک قدم اور آگے بڑھا کر یہ الزام لگایا کہ یہ "انسانی کلام" ہے** — یعنی الہام اور وحی کا انکار۔

⌛ **موجودہ دور پر اطلاق**

- آج بھی مستشرقین اور ملحدین قرآن کو محض انسانی ادبی کام کہہ کر وحی کا انکار کرتے ہیں۔
- یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ اعتراض نیا نہیں بلکہ چودہ سو سال پرانا ہے۔

سقر

26- سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ٢٦

عنقریب میں اسے سقر میں جھونک دونگا۔

(اظھر)

لغوی و صرفی تحقیق

- **سَأُصْلِيهِ** " ←س" مستقبل قریب کا حرف + **أُصْلِي** (باب اِفعال، لازم و متعدی) معنی: کسی کو آگ میں داخل کرنا، جلانا، جھونک دینا۔
- **سَقَر** ←جہنم کے سب سے شدید طبقات میں سے ایک کا نام، جس کی گرمی اور عذاب انتہائی سخت بیان ہوا ہے۔
- "سقر" کا مادہ "س ق ر" ہے، جس کا بنیادی مطلب "شدید حرارت سے رنگ بدل جانا" ہے۔

یہ وعید اس بات کو واضح کرتی ہے کہ:

- اللہ تعالیٰ براہِ راست اپنے رسول ﷺ کے مخالفین کو جواب دیتا ہے، اور **انکارِ وحی کو محض علمی اختلاف نہیں بلکہ سنگین جرم قرار دیتا ہے۔**
- "**سقر**" کے ذکر میں ایک دھمکی آمیز قوت ہے — گویا لفظ خود **آگ کی لپٹ** کی طرح سنائی دیتا ہے۔

27- وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سَقَرُ ٢٧

اور تمہیں کیا معلوم، کیا ہے سقر؟

(اظھر)

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا ٱلْقَارِعَةُ
اور تمہیں کیا معلوم کہ قارعہ کیا ہے؟
(القارعة، 101:3)

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا ٱلْحَآقَّةُ
اور تمہیں کیا معلوم کہ حاقہ کیا ہے؟
(الحاقة، 69:3)

كَلَّاۖ سَيَعْلَمُونَ
ہرگز نہیں! وہ عنقریب جان لیں گے
(النبأ، 78:4) — (شدید وعید کے بعد اسی طرح کا انداز)

لغوی و صرفی تحقیق

- **أَدْرَىٰكَ** ← مادہ **د ر ي**، باب اِفعال، معنی: کسی کو اطلاع دینا، آگاہ کرنا۔
- یہ اسلوب قرآن میں کسی شے کی عظمت یا ہولناکی کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔
- **سَقَر** ← جہنم کا شدید درجہ، جیسا کہ پچھلی آیت میں ذکر ہوا۔

"تم تو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ سقر کی شدت کیا ہے"!

یہ اسلوب صرف معلومات دینے کے لیے نہیں بلکہ اثر پیدا کرنے کے لیے ہے — تاکہ قاری کے دل میں لرزہ طاری ہو۔

28- لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ٢٨

وہ نہ باقی چھوڑتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔

(اظہر)

فَذُوقُواْ فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا
چکھو! ہم تمہیں عذاب کے سوا کچھ نہیں بڑھائیں گے
(النبأ، 78:30)

"سقر" کی وضاحت کا پہلا جملہ ہے، جو بتاتا ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد کوئی بقا یا فرار ممکن نہیں۔ **یہ جملہ قیامت کے عذاب کی جامعیت بیان کرتا ہے — کوئی رعایت، کوئی جزوی معافی نہیں۔**

دو منفی جملوں "لا تبقي" اور "لا تذر" کا تقابل تاکید پیدا کرتا ہے۔
اسلوب میں تکرار کے ذریعے شدت اور قطعیت کا تاثر بڑھایا گیا ہے۔

ایک بار جہنم میں جانے کے بعد کوئی راہِ فرار نہیں! جس کو رعایت ملنی ہے، اُسے جہنم سے پہلے ہی مل جاتی ہے، دنیا کی تکلیفوں، فاقوں، پریشانیوں، بیماریوں، آزمائشوں سے... پھر موت و سقرات کی تکلیفوں سے... پھر برزخ کے عذاب سے... پھر قیامت کے حساب سے.. پھر گنجائش رہی تو شفاعت سے...

پر ایک بار جہنم میں اگر پہنچ گئے - خدا نخواستہ - پھر مسلمان یہ تصور دماغ سے نکال دیں گے، کہ سزا بھگت کر جنت میں جائیں گے۔ قرآن قطعیت کی بات کرتا، ایک بار اگر جہنم تک پہنچ گئے، پروانہ جاری ہوگیا تو پھر اب جھنم نہ تمہیں چھوڑے گی، اور نہ تمہاری جان چھوڑے گی۔ "هم فيها خالدون"۔

29- لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ٢٩

بشر کو جلا دیتی ہے۔

(اظھر)

تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً
وہ داخل ہوگا دہکتی ہوئی آگ میں
(الغاشیه، 88:4)

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ
آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی
(المؤمنون، 23:104)

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا
جو ہماری آیات کا انکار کریں گے، ہم انھیں آگ میں جھونکیں گے
(النساء، 4:56)

✎ **طبعی ساخت اور جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے انسان کو بشر کہتے۔ انسان کی جلد کی اوپر کی سطح کو بھی بشر کہتے۔ (ماخوذ از قرآن ڈکشنری)**

✎ **یعنی جہنم کا عذاب بشری ہوگا، نہ کہ روحانی۔**

لغوی و صرفی تحقیق

- **لَوَّاحَةٌ** ←مادہ **ل و ح**، باب تفعیل (فعّالہ کے وزن پر)، معنی: کسی چیز کو بار بار جلا دینا، اس کا رنگ بدل دینا۔
- اس میں شدت اور تکرار کا مفہوم ہے — مسلسل جھلسانا۔

- **بَشَر ←** انسان، خاص طور پر اس کی ظاہری جلد اور جسم کے لیے بولا جاتا ہے، اس لیے "للبشر" میں عذاب کا جسمانی پہلو نمایاں ہے۔

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ:
آخرت کا عذاب نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی بھی ہے، اور اس کی شدت انسان کی برداشت سے باہر ہے۔
"لواحة" کا انتخاب اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ عذاب صرف ایک لمحے کا نہیں بلکہ بار بار دہرانے والا ہے۔

30۔ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ٣٠

اس پر انیس (فرشتے موکل) ہیں۔
(بلاغ القرآن *)

عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
اس پر سخت مزاج اور قوی فرشتے ہیں
(التحریم، 66:6)

يُسَوِّمُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ
وہ تمہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے
(البقرة، 2:49) — (عذاب دینے والے طاقتور کارندے)

فَضَرَبْنَا فَوْقَ ٱلْأَعْنَاقِ
ہم نے گردنوں پر مارا
(محمد، 47:4) — (اللہ کے کارندوں کی سختی کا بیان)

لغوی و صرفی تحقیق
عَلَيْهَا ← ضمیر "ہا" سقر کی طرف راجع ہے۔
تِسْعَةَ عَشَرَ ← عربی عددی ترکیب، معنی: 19۔
لفظ **"ملک"** صراحتاً نہیں آیا مگر سیاق سے مراد فرشتے ہیں، جیسا کہ اگلی آیت میں واضح ہو جاتا ہے۔

📖 اب مشرکین جن کے سامنے اُس کی تلاوت ہوئی وہ مذاق اڑانے لگے، ابوجہل نے قریش سے کہا ارے تم سب غارت ہوجاؤ. کہ کہہ رہا ہیں کہ وہاں بس 19 کارکن مقرر ہیں تو تم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ دس، دس آدمی اُن میں سے ایک ایک سے بھڑ جائیں اور س طرح سب کا خاتمہ کردیں. اس پر ابوالسد جمجی جسے اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا کہنے لگا کہ اُن میں سے سترہ 17 کے لئے تو میں اکیلا کافی ہوں. دو 2 کو تم لوگ ختم کردینا... بس یہودونصاریٰ میں کہ وہ افراد جس میں گزشتہ انبیاء کے تعلیمات کے کچھ مٹے ہوئے نقوش موجود تھے کہنے لگے یہ سب مذاق بے کار ہے. وہ 19 کی تعداد میں سہی مگر وہ کوئی اُن آدمیوں میں جو تھوڑے ہوں گے یہ سب مل کر اُنہیں دبالیں... (فصل الخطاب)

"انیس" کی تعداد کا ذکر مقصد کے لیے ہے — یہ عذاب کا نظم و نسق رکھنے والے مقرر کردہ فرشتے ہیں، جن کی تعداد اللہ کے علم اور حکمت سے طے ہے۔

یہ عدد محض ایک معلوماتی بات نہیں بلکہ کفار کے غرور کو توڑنے والا اشارہ ہے کہ تمہارا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ اللہ کے سخت مزاج فرشتوں سے ہے۔

31- وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحَـٰبَ ٱلنَّارِ إِلَّا مَلَـٰٓئِكَةًۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِيَسْتَيْقِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ وَيَزْدَادَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِيمَـٰنًاۙ وَلَا يَرْتَابَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْمُؤْمِنُونَۙ وَلِيَقُولَ ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْكَـٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِهَـٰذَا مَثَلًاۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ ٱللَّهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَۚ وَمَا هِىَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ٣١

اور ہم نے آگ کے داروغ صرف فرشتے ہی مقرر کئے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی کو کافروں کے لیے فتنه بنایا ہے، تاکه جن کو کتاب دی گئی اُن کو یقین آجائے اور ایمان والوں کے ایمان میں اضافه ہوجائے اور جن کو کتاب دی گئی اور مومنین شک میں نه رہیں، پر جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر کہتے ہیں اللہ کا اس مثال سے کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس

کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور ان لشکروں کو تیرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہی (جانتا ہے)، اور یہ نہیں ہے مگر ذکر بشر کے لیے۔
(اظہر)

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً
ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش بنایا
(الفرقان، 25:20)

فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ
جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ تلاش کرتے ہیں
(آل عمران، 3:7)

🕮 **صحب کے معنی ہیں ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ لگ جانا۔(قرآن ڈکشنری)، اسی بنا پر حضور کے باقی ساتھیوں کو بھی صحابہ کہا جاتا ہے۔**

⌘ **شانِ نزول / تاریخی پس منظر**

- جب آیت 30 میں "انیس" فرشتوں کا ذکر ہوا، بعض کفار نے مذاق اڑایا کہ ہم سب مل کر انیس کو ہرا دیں گے۔
- اہلِ کتاب نے اس پر غور کیا اور کہا کہ یہ ہماری کتابوں میں بھی آیا ہے، لہٰذا یہ محمد ﷺ کی بات سچی ہے۔
- یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ نے یہ تعداد ایک حکمت کے ساتھ رکھی تاکہ مومنین کا ایمان بڑھے اور منکرین کا کفر ظاہر ہو۔

✎ **اس آیت سے دو باتیں کلیئر ہوتی ہیں۔**

1. ایک یہ کہ ایمان لانے والے اللہ کی ہر آیت کے آگے سربسجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا حق فرمایا – صدق اللہ – ایک ہیں، دس ہیں، انیس ہیں، سو ہیں، ہزار ہیں... صدق اللہ۔

جب کہ کافروں کو بس ہر بات میں اعتراض ہی کرنا ہے، یہ انیس کیوں؟ انیس سے کیا مراد؟ انیس میں ایسی کیا بات ہے؟ وغیرہ...

2. دوسری بات: اہلِ کتاب کے پاس پہلے سے "اللہ کے کلمات" موجود تھے۔ عین ممکن ہے لفظ "انیس" (داروغوں) کا ذکر پہلے سے ان کے پاس موجود ہو۔ اس لیے قرآن کے نزول کے وقت، اہلِ کتاب کے لیے یہ بڑا امتحان تھا کہ وہ اس کے ایک ایک حرف کی توثیق کرتے یا تکذیب... کیونکہ ان کی حمایت یا ان کی مخالفت پورے دینِ اسلام کے استحقام یا انتشار کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔

اور مکہ کے مشرک بھی قرآن کی صداقت کے لیے اہلِ کتاب کے پاس جاتے تھے، پوچھنے کے بتاؤ کہ واقعی میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچ کہہ رہے کہ ان کے پاس اللہ کی وحی آرہی؟... (جس کا ذکر سورہ اسراء وکہف کی شانِ نزول میں آئے گا۔)

32۔ كَلَّا وَٱلْقَمَرِ ٣٢

ہرگز نہیں ، قسم ہے چاند کی۔

(فی ظلل القرآن)

وَٱلشَّمْسِ وَضُحَىٰهَا
قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی
(الشمس، 91:1)

وَٱلنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ
قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے
(النجم، 53:1)

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ
قسم ہے ستاروں کے مواقع کی
(الواقعة، 56:75)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- یہ آیت اس وقت آئی جب کفار نے پچھلی وعید کو ہلکا سمجھا۔
- اللہ نے "کلا" سے ان کے گمان کو رد کیا اور قسم کے اسلوب سے بات کی اہمیت کو بڑھا دیا۔

- عربی ادب میں قسم کسی بات کی تصدیق اور تاکید کے لیے آتی ہے، خصوصاً جب سننے والا شک میں ہو۔

33۔ وَٱلَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ٣٣

اور قسم ہے رات کی جب پیٹھ پھیرے۔

(اظھر)

وَٱلْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ
قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی
(الفجر، 89:1-2)

وَٱلنَّهَارِ إِذَا جَلَّىٰهَا
قسم ہے دن کی جب وہ روشن کر دے
(الشمس، 91:3)

وَٱلَّيْلِ إِذَا يَسْرِ
قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے
(الفجر، 89:4)

34۔ وَٱلصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ٣٤

اور قسم ہے صبح کی جب روشن ہوجائے۔

(اظھر)

وَٱلصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ
قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے
(التکویر، 81:18)

وَٱلنَّهَارِ إِذَا جَلَّىٰهَا
قسم ہے دن کی جب وہ روشن کر دے
(الشمس، 91:3)

فَالِقُ ٱلْإِصْبَاحِ
وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے
(الأنعام، 6:96)

لغوی و صرفی تحقیق

- **الصبح :** فجر کا وقت، سورج طلوع ہونے سے پہلے کا روشن لمحہ۔
- **أَسْفَرَ** ← مادہ **س ف ر**، معنی: ظاہر ہونا، روشن ہونا۔

- "إذَا أسفر" میں روشنی کے مکمل پھیلنے کا مفہوم ہے، صرف فجر کی لکیر نہیں بلکہ دن کی وضاحت۔

📖 **ضمنی طور پر یہ تینوں قسمیں "قرآن" کے نور ہدایت اور شرک و بت پرستی کی تاریکیوں کے پشت پھیرنے اور "توحید" کی صبح کی سفیدی کے پھوٹنے کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ (تفسیر نمونہ)**

اندھیروں کے بعد روشنی آنا اللہ کی سنت ہے، اسی طرح باطل کے بعد حق کا غلبہ آتا ہے۔

زندگی میں مشکل اوقات ختم ہونے کا یقین مومن کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔

یہ آیت مومن کو یقین دلاتی ہے کہ اللہ کی سنت کبھی نہیں بدلتی — مشکلات کے بعد آسانی آتی ہے۔

باطل کا اندھیرا وقتی ہے، حق کا سورج ضرور طلوع ہوگا۔

35۔ إِنَّهَا لَإِحْدَى ٱلْكُبَرِ ٣٥

بیشک یہ (آگ) ایک بہت بڑی (آفت) ہے۔

(اظھر)

ذَٰلِكَ يَوْمٌ عَظِيمٌ
یہ ایک عظیم دن ہے
(ھود، 11:103)

تدبر

- یہاں **"لإحدى الكبر"** سے مقصد ہے کہ قیامت/جہنم کی حقیقت اتنی عظیم ہے کہ اسے معمولی نہیں سمجھا جا سکتا۔
- "**كبر**" کا لفظ انسان کو سنجیدگی پر مجبور کرتا ہے — یہ معمولی خبروں میں سے نہیں، بلکہ زندگی بدل دینے والی حقیقت ہے۔

? **سوال" :یہ" (إِنَّهَا) کس چیز کی طرف اشارہ ہے؟**

- **جواب:**
  1. اکثر مفسرین کے نزدیک یہ "سقر" (جہنم) کی وعید ہے۔
  2. بعض کے نزدیک یہ "قیامت" کی ہولناکی ہے۔

سوال :کیوں کہا "ایک بڑی چیز" بجائے سیدھا "بڑی چیز" کہنے کے؟

- **جواب :**اسلوب میں **"ایک"** کا اضافہ شدت پیدا کرتا ہے، جیسے "یہ بڑے واقعات میں سے ایک ہے" — یعنی اس جیسی اور بھی بڑی باتیں ہیں، لیکن یہ ان میں خاص ہے۔

⚒ **انسان دنیاوی "بڑی باتوں" (عہدے، دولت، شہرت) کو اہم سمجھتا ہے، مگر قرآن یاد دلاتا ہے کہ سب سے بڑی حقیقت آخرت کی ہے۔**
مومن کو چاہیے کہ دنیاوی فیصلے آخرت کی "کبریٰ" حقیقت کے مطابق کرے۔

❁ **"إِنَّ" + "لَ" + "إحدى" ← تین درجے کی تاکید، سننے والے کو جھنجھوڑ دیتی ہے۔**
مختصر اور بھرپور جملہ، یاد رہ جانے والا اثر پیدا کرتا ہے۔

36۔ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ٣٦

بشر کے لیے وارننگ ہے۔

(اظہر)

هَٰذَا بَلَٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُواْ بِهِۦ
یہ پیغام ہے لوگوں کے لیے تاکہ اس سے ڈرائے جائیں
(إبراهيم، 14:52)

إِنَّمَآ أَنتَ نَذِيرٌ
آپ صرف ڈرانے والے ہیں
(فاطر، 35:23)

? **سوال :یہاں "نذیراً" کا اشارہ کس چیز کی طرف ہے — قرآن، نبی ﷺ یا قیامت؟**

- **جواب :**سیاق کے لحاظ سے سب مراد ہو سکتے ہیں:
  1. قرآن — کیونکہ یہ کتاب خبردار کرتی ہے۔
  2. نبی ﷺ — بطور ڈرانے والے۔
  3. قیامت کا بیان — بطور ایک وارننگ۔

ہر مومن کو چاہیے کہ وہ قرآن کی ہر وارننگ کو ذاتی وارننگ سمجھے۔
موجودہ دور میں میڈیا، سیاست، اور دنیاوی فکروں میں کھوئے انسان کو قرآن کے "نذیر" پہلو کی طرف لوٹنا چاہیے۔

37۔ لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ٣٧

تم میں سے اُس کے لیے جو چاہتا ہے آگے بڑھ جائے یا پیچھے رہ جائے۔

(اظھر)

وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِیۡنَ﴿۲۴﴾ (حجر)
اور بتحقیق ہم تم میں سے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔

فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ
جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے
(الکھف، 18:29)

فَاسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ
نیکیوں میں سبقت کرو
(البقرۃ، 2:148)

وارننگ/ڈراوا دونوں کے لیے ہی ہے، اب جو ڈر گیا، اُس نے نیک عمل کیے، اور آگے بڑھ گیا اور سقر سے بچ گیا۔ اور جو نہ ڈرا، اور ایمان نہ لایا، اور مذاق سمجھتا رہا، وہ پیچھے رہ گیا، پھر سقر میں جا گرا۔

? سوال :اگر سب کچھ اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے تو "جو چاہے" کا کیا مطلب؟

- جواب :قرآن میں "جو چاہے" انسانی ارادے کے اعتبار سے ہے، جبکہ نتیجہ اور ہدایت اللہ کی مشیت کے تحت ہے۔ یہ آیت انسان کی ذمہ داری کو اجاگر کرتی ہے۔

ساختی و بلاغتی پہلو

- "آگے بڑھنا" پہلے اور "پیچھے ہٹنا" بعد میں ذکر ہوا، تاکہ ترغیب پہلے اور تحذیر بعد میں آئے۔
- اختصار کے ساتھ جامع معنی پیدا ہوا — صرف چند الفاظ میں انسان کی پوری زندگی کا انتخاب بیان ہو گیا۔

ہر نفس کسب کے بدلے گروی ہے

38۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ٣٨

ہر شخص اپنے کسب کے بدلے رہن ہے۔

(فی ظلل القرآن)

ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہے۔

(بلاغ القرآن)

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَـٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ

انسان کے لیے وہی ہے جس کی کوشش کی

(النجم، 53:39)

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ

اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس پر وہ ہے جو اس نے کمایا

(البقرة، 2:286)

بامحاورہ ترجمہ: ہر شخص اپنے کیے ہوئے عمل کا گروی ہے (پابند ہے)۔

لغوی و صرفی تحقیق

- **كَسَبَتْ** ←مادہ ك س ب، معنی: کمانا، حاصل کرنا، اختیار سے عمل کرنا۔
- **رَهِينَة** ←مادہ ر ھ ن، معنی: گروی رکھنا، ضمانت میں ہونا، کسی شے کا نتیجے سے بندھ جانا۔
- یہاں مراد ہے کہ ہر شخص اپنے عمل کے نتیجے کا پابند ہے۔

یعنی ہر شخص اپنے کردار کی قید میں بند ہے۔ انسان کا وہی وزن ہو گا جو اس کے عمل کا ہے، البتہ اصحاب یمین اس قید و بند سے آزاد ہوں گے۔ (تفسیر کوثر)

📖 **رہن گروی کو کہتے ہیں یعنی ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہے، وہ عمل اسے عذاب سے چھڑا لے گا، (اگر نیک ہوگا) یا ہلاک کروا دے گا۔ (اگر برا ہے)**
(جوناگڑھی)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- یہ آیت انسانی ذمہ داری اور جواب دہی کو واضح کرنے کے لیے نازل ہوئی۔
- کفار کا گمان تھا کہ معبود یا اولیاء ان کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے، یہاں بتایا گیا کہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا جواب دہ ہے۔

قرآن کا اصول ہے: **"ذمہ داری فردی ہے"** — کوئی دوسرا کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

یہاں **"گروی"** کا استعارہ بتاتا ہے کہ انسان اپنے **عمل کے قیدی** کی طرح ہے، جب تک وہ ایمان و عمل صالح سے رہائی نہ پائے۔

✎ **اس کا آسان فہم یہ ہوسکتا کہ: گروی کہتے ہیں: جب بندہ کسے سے قرض لیتا ہے، تو ضمانت** (security or collateral) **کے طور پر کوئی قیمتی چیز اس کے پاس رکھواتا کہ اگر وہ مقرر مدت تک قرض واپس نہ کر سکا، تو یہ قیمتی چیز جو ضمانت/رھن/گروی رکھی گئی ہے قرض دینے والے قبض کر سکتا۔ یا اس کے بیچ کر اپنی رقم واپس لے سکتا۔**

✎ **اب حدیث آتی ہے:**

⇦ **"تمہاری جان کی قیمت جنت ہے، اس سے کم پر اس کا سودا نہ کرنا۔"**

اور آیت آتی ہے کہ "

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا

"اور تم میں سے ہر ایک ضرور اس (جہنم) پر وارد ہوگا۔ یہ تیرے رب کے ذمے ایک طے شدہ فیصلہ ہے۔"(سورۃ مریم، آیت 71)

یعنی ہم سب کی "جانیں" دائمی زندگیاں، جہنم کے داروغوں کے پاس گروی رکھی ہوئی ہیں، اس قرض کے بدلے جو ہم نے اس دنیا میں آنے کے لیے لیا۔

اب جب ہم واپس جائیں گے، اور جہنم پر وارد ہوں گے، تو نیک اعمال کی اتنی مقدار جو جنت میں جانے کے لیے ضروری ہو، ادا کی جائے گی، تو آپ کو جنتی دائمی زندگی واپس دے دی جائے گی۔ اور آپ آزاد ہوجائیں گے۔

یعنی ہر شخص گروی ہے، بدلے جو اس نے کمایا۔

اور اگر پوری قیمت ادا نہ کی گئی، تو "آپ کی جان جہنم کے 19 داروغوں سے آزاد نہیں ہونے والی۔" پھر آگے جو نصیب۔

? سوال پیدا ہوتا ہے، جنت حاصل کرنے کے لیے، یا اپنی جان چھڑانے کے لیے، کتنا عمل درکار ہے۔

اسکا ایک مختصر جواب، اسی سورہ کی آیت 6 نے دے دیا۔

پر زیادہ تفصیلی اور بہتر جواب سورۃ اسراء میں آیا:

مَّن كَانَ يُرِيدُ ٱلْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ يَصْلَىٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿١٨﴾

"جو شخص دنیا کی جلدی (فوری فائدہ) چاہتا ہے، ہم اسے دنیا میں جو چاہتے ہیں، جس کے لیے چاہتے ہیں، جلد دے دیتے ہیں؛ پھر ہم اس کے لیے جہنم ٹھہراتے ہیں جس میں وہ مذمت زدہ اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ "

وَمَنْ أَرَادَ ٱلْءَاخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا ﴿١٩﴾ (اسراء، 17:19)

"اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے، اور اس کے لیے جیسی کوشش کرنا چاہیے ویسی کوشش کرے، اور وہ مؤمن بھی ہو — تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ "

1۔ جو آخرت چاہے۔ 2۔ اور مومن بھی ہو۔ 3۔ اور کوشش ایسی کرے جیسا کا اس کا حق ہے۔

? **سوال :کیا شفاعت کا عقیدہ اس آیت سے متصادم نہیں؟**

- **جواب :یہ آیت فردی ذمہ داری پر زور دیتی ہے، مگر دیگر آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی اجازت سے شفاعت ہو سکتی ہے — اس لیے دونوں میں تضاد نہیں، بس یہ آیت اصولی قاعدہ بتاتی ہے۔**

39۔ إِلَّآ أَصْحَـٰبَ ٱلْيَمِينِ ٣٩

سوائے اصحابِ یمین کے۔

(اظہر)

وَأَصْحَـٰبُ ٱلْيَمِينِ مَآ أَصْحَـٰبُ ٱلْيَمِينِ
اور دائیں والے، کیا ہی اچھے دائیں والے ہیں!
(الواقعة، 56:27)

فَأَمَّا مَنْ أُوتِىَ كِتَـٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ
پس جسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے
(الحاقة، 69:19)

پچھلی آیت (38) میں بتایا گیا کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔

اس آیت میں ایک استثناء دیا گیا — نیکوکار لوگ (جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ہوں) اس "گروی" کی حالت سے آزاد ہوں گے۔

✎ **تفسیر فرات، تفسیر نورالثقلین میں متعدد احادیث ہیں، کہ یہ اصحاب الیمین علیؑ کے شیعہ ہیں.**

📖 **امام باقر علیہ السلام نے ذیل کی آیت کی تفسیر میں فرمایا: "داہنی طرف والے ہم اور ہمارے شیعہ ہیں.**

انسان جو کچھ کرچکا اس میں گروی ہے، مگر داھنی طرف والے--- فرمایا: داہنی طرف والے ہمارے شیعہ اور اہل بیت ہیں.

✎ **اصحابِ الیمین کو پہلے سے بشارت ہے کہ تم نے کردکھایا.**

40۔ فِي جَنَّٰتٖ يَتَسَآءَلُونَ ٤٠

وہ جنتوں میں ہوں گے پوچھتے ہوں گے۔

(اسرار احمد)

يَتَسَآءَلُونَ عَنِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ
وہ مجرموں کے بارے میں سوال کریں گے
(المدثر، 74:41) — اگلی آیت میں تفصیل۔

وَأَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ يَتَسَآءَلُونَ
وہ ایک دوسرے سے باتیں کریں گے
(الصافات، 37:50)

يَتَنَٰزَعُونَ فِيهَا كَأۡسٗا
وہ جنت میں جام پینے پر خوشگوار گفتگو کریں گے
(الطور، 52:23)

? سوال :یہ سوال و جواب کس موضوع پر ہوگا؟

- جواب :اگلی آیات بتاتی ہیں کہ جنتی لوگ جہنمیوں کی حالت اور ان کے جرائم کے بارے میں سوال کریں گے، تاکہ اللہ کے عدل کی گہرائی کو سمجھ سکیں۔

✎ **سورۃ الصافات میں (کچھ خاص گفتگو کا ذکر ہے، آیات 50–57)**

یہاں جنتیوں کی خوشگوار مجلس کا منظر ہے:

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ(50)
وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّى كَانَ لِى قَرِينٌ(51)
ان میں سے ایک کہے گا: میرا ایک ساتھی تھا۔

يَقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُصَدِّقِينَ(52)
جو کہا کرتا تھا: کیا تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟

أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَـٰمًا أَئِنَّا لَمَدِينُونَ(53)
کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، تو ہمیں بدلہ دیا جائے گا؟

قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ(54)
وہ کہے گا: کیا تم دیکھنا چاہو گے؟

فَٱطَّلَعَ فَرَءَاهُ فِى سَوَآءِ ٱلْجَحِيمِ(55)
پھر وہ دیکھے گا تو اسے دوزخ کے بیچوں بیچ پائے گا۔

قَالَ تَٱللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ(56)
وہ کہے گا: اللہ کی قسم! تم تو مجھے بھی ہلاک کرنے والے تھے۔

41۔ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ٤١

مجرموں سے۔

(فی ظلل القرآن)

اعراف، 7:50 "اور دوزخ کے لوگ جنت والوں کو پکاریں گے کہ کچھ تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسی میں سے کچھ پھینک دو ۔ وہ جواب دیں گے کہ " اللہ نے یہ دونوں چیزیں ان منکرین حق پر حرام کردی ہیں ۔"

مجرموں سے پوچھیں گے، یا مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے۔ دونوں ترجمے کیے گئے ہیں۔ عین ممکن ہے وہ اب اُس Advanced Civilization **میں**

رہتے ہیں، جہاں سے چاہیں تو جنتی جہنمیوں سے، اجازت ملنے کے بعد، دیکھ بھی سکیں گے، اور بات بھی کر سکیں گے۔ (واللہ اعلم)

? **سوال** :کیا جنتیوں کے لیے جہنمیوں کا ذکر کرنا جنت کی خوشی میں کمی پیدا نہیں کرے گا؟

- جواب **:**قرآن بتاتا ہے کہ جنت میں کوئی غم یا رنج نہیں ہوگا، بلکہ جہنمیوں کا انجام دیکھنا وہاں اللہ کی عدالت کی تصدیق اور اپنی نجات کی خوشی میں اضافہ کرے گا۔

سقر میں کیا چیز لے آئی؟

42۔ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ٤٢

تمہیں سقر میں کیا چیز لے گئی؟

(اظہر)

✎ **آیت 26 میں اللہ تعالٰی اس دشمن رسول کو "سقر" میں پھنکے گا " سَأُصْلِيهِ سَقَرَ "، جس نے کہا هذا قول البشر ... پر اب اس کے ساتھ یہ لوگ بھی سقر/جہنم میں جائیں گے۔**

یہ سوال دنیا والوں کے لیے تنبیہ ہے کہ انجام کا سبب ہمیشہ دنیا کے اعمال ہوتے ہیں۔

⚒ یہ آیت ایک آئینہ ہے — **ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارے اعمال ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔**

اصل سوال یہی ہے: **"کیا ہمارا طرزِ زندگی جنت یا جہنم کی طرف جا رہا ہے؟"**

43۔ قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ٤٣

وہ کہیں گے: ہم نماز گزاروں میں سے نہ تھے۔

(بلاغ القرآن)

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ • ٱلَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ

تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں

(الماعون، 107:4-5)

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ
یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے
(العنکبوت، 29:45)

وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ
نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو
(البقرۃ، 2:43)

📖 **نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: نماز کا عہد کرو اور پھر اس کی حفاظت کرو اور اس کے ذریعے اللہ کے قریب ہوجاؤ کیونکہ نماز مومنین پر فرض کی گئی ہے۔ کیا تم نے اہل جہنم کا جواب نہیں سنا جب وہ کہیں گے: ما سلککم فی سقر: کس چیز نے تمہیں جہنم میں ڈالا؟ وہ اس وقت کہیں گے: لم نلک من المصلین: کیونکہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (نورالثقلین)**

لغوی و صرفی تحقیق

- **المصلین** ←مادہ ص ل و، معنی: دعا کرنا، جھکنا، رکوع و سجود کے ساتھ عبادت۔
- قرآن میں **"صلوٰۃ"** عام طور پر اللہ کی مقرر کردہ عبادت (نماز) کے لیے آتی ہے، جو ایمان کی عملی علامت ہے۔

? **سوال :کیا صرف نماز چھوڑ دینا جہنم کا سبب ہے، یا دیگر اعمال بھی ضروری ہیں؟**

- **جواب** :قرآن اور سنت کے مطابق نجات ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ نماز اس کا بنیادی حصہ ہے، مگر آیات 44–46 میں دیگر گناہ بھی بیان ہوں گے، جو مجموعی انجام کا سبب بنتے ہیں۔

نماز کو ترک کرنا ایک بڑی روحانی کمزوری ہے، جو آہستہ آہستہ انسان کو دیگر برائیوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔

یہ آیت یاد دہانی ہے کہ نماز کی پابندی محض ایک مذہبی رسم نہیں، بلکہ نجات کا بنیادی ذریعہ ہے۔

44۔ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ٤٤

اور ہم مسکین کو کھلاتے نہیں تھے۔

(بلاغ القرآن)

حاقہ، 69:34

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٤٧ **(یٰس، 36:47)**

اور جب ان سے کہا جات ہے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، تو کفر کرنے والوں نے ایمان لانے والوں سے کہا، کیا ہم انہیں کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو (خودہی) کھلا دیتا، یقیناً تم کھلی گمراہی میں ہو۔

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ ٱلْيَتِيمَ • وَلَا تَحَـٰٓضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ

تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور مسکین کو کھلانے پر ترغیب نہیں دیتے

(الفجر، 89:17–18)

وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

وہ کھانا کھلاتے ہیں، باوجود اس کے کہ خود کو اس کی چاہت ہو، مسکین، یتیم اور قیدی کو

(الإنسان، 76:8)

فِىٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ

ان کے مال میں مانگنے والے اور محروم کا حق ہے

(الذاريات، 51:19)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- یہ آیت مکی دور میں نازل ہوئی جب مکہ میں غربت عام تھی اور کفارِ قریش کمزوروں کو نظر انداز کرتے اور محتاجوں کی مدد کو بے وقعت سمجھتے تھے۔
- جہنمی یہاں اپنی ایک اور بڑی کوتاہی بیان کر رہے ہیں — معاشرتی ذمہ داری سے غفلت۔

اللہ کے نزدیک نماز اور خدمتِ خلق دونوں لازم ہیں۔

مسکین کو نہ کھلانا محض کنجوسی نہیں بلکہ دل کی سختی اور معاشرتی انصاف سے انکار ہے۔

? سوال: کیا یہ آیت صرف کھانا کھلانے کی بات کر رہی ہے یا مجموعی مدد مراد ہے؟

- **جواب :**اصل لفظ "اطعام" ہے، جو بنیادی ضرورت یعنی خوراک سے شروع ہوتا ہے، لیکن مفہوم میں ہر قسم کی معاشرتی مدد شامل ہو سکتی ہے۔

⚒ معاشرتی بھوک ختم کرنا ایمان کا حصہ ہے۔
صرف صدقہ یا زکوٰۃ دینا نہیں بلکہ ذاتی سطح پر بھی بھوکے کو کھلانا اس آیت کا تقاضا ہے۔

45۔ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ٤٥

اور ہم بیہودہ بکنے والوں کے ساتھ بیہودہ گوئی کرتے تھے۔

(بلاغ القرآن)

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَـٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ
جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار اور مذاق کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو
(النساء، 4:140)

وَذَرِ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا
ان کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنا لیا ہے
(الأنعام، 6:70)

فَذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ
انہیں ان کی بے ہودہ بحث میں کھیلنے دو
(الأنعام، 6:91)

⦿ **(لفظ بہ لفظ + بامحاورہ)**

وَكُنَّا = اور ہم تھے

نَخُوضُ = مشغول رہتے تھے / الجھتے تھے

مَعَ = ساتھ

ٱلْخَآئِضِينَ = بحث کرنے والوں / لغو میں پڑنے والوں کے

بامحاورہ ترجمہ:

اور ہم لغویات میں پڑنے والوں کے ساتھ (ہی) پڑے رہتے تھے۔

- **انسان کا ماحول اس کے ایمان و عمل پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔**

غلط صحبت ایمان کو کمزور اور گناہ کو معمولی بنا دیتی ہے۔

? **سوال :کیا "خوض" سے مراد صرف مذہبی بحث ہے یا ہر طرح کی لغو مشغولیت؟**

- **جواب :**بنیادی طور پر یہاں مراد دین کا مذاق اور حق کے خلاف بحث ہے، مگر اصولاً ہر وہ محفل جو ایمان کمزور کرے اس کے زمرے میں آتی ہے۔

عملی پہلو / موجودہ دور پر اطلاق

- آج کے دور میں بھی ایمان کو نقصان پہنچانے والی صحبت، سوشل میڈیا کی لغو محفلیں، یا دین پر مذاق کرنے والے حلقے اس آیت کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

- **مع الخائضین" میں "مع" کے ذریعے ان کی سنگت اور ذہنی ہم آہنگی کا اظہار ہے۔**

یہ محض اتفاقی موجودگی نہیں بلکہ باقاعدہ شرکت اور دل لگی کو ظاہر کرتا ہے۔

"مجرمین" جو "سقر" میں جائیں گے، ان کی اب تک تین بنیادی باتیں بیان ہوئی ہیں۔

1. **نماز نہیں پڑھتے تھے – یعنی ایک انفرادی کام جو خود انسان اپنی ذات کے لیے کرتا ہے۔ یعنی** one for one.
2. **مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے – یعنی ایک انفرادی کام جو انسان معاشرے کے لیے کرتا ہے۔ یعنی** one for many.
3. **اور لغویات میں پڑنے والوں کے ساتھ پڑے رہتے تھے۔ یعنی ایک اجتماعی کام جو مل کر کیا جاتا ہے۔ یعنی**many for many .

4. اور آخر میں (اگلی آیت میں آئے گا کہ) روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔ یہ انفرادی بھی ہے اور پوائنٹ 3 کے ساتھ اجتماعی بھی ہے۔ یعنی one/many for one/many.

46۔ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ٤٦

اور ہم روز جزا کو جھٹلاتے تھے۔

(بلاغ القرآن)

فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے

(المرسلات، 77:15)

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ بِلِقَآءِ ٱللَّهِ قَدْ خَسِرُواْ

جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا وہ گھاٹے میں رہے

(الأنعام، 6:31)

- **قیامت کا انکار** انسان کو ہر **اخلاقی ذمہ داری سے آزاد** کر دیتا ہے، کیونکہ پھر اس کے نزدیک کوئی حساب نہیں۔
اسی لیے قرآن میں آخرت پر ایمان کو بار بار بنیادی عقیدے کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

? سوال :کیا آخرت کو نہ ماننے والا اگر اچھے اخلاق رکھے تو بھی نجات پائے گا؟

- **جواب :** قرآن کے مطابق ایمان اور عمل دونوں ضروری ہیں۔ ایمان کے بغیر اعمال کا آخرت میں کوئی اجر نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اللہ کے لیے نہیں کیے گئے۔

- **"نکذب" ماضی استمراری** میں آیا ہے، جو بتاتا ہے کہ یہ انکار ایک مسلسل عادت اور سوچ کا حصہ تھا، وقتی شک نہیں۔

⌘ آیت 43: نماز نہ پڑھنا۔
- آیت 44: مسکین کو نہ کھلانا۔
- آیت 45: باطل پرستوں کی محفل میں شامل رہنا۔
- آیت 46: قیامت کا انکار — جو ان سب گناہوں کی فکری بنیاد ہے۔

47۔ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلۡيَقِينُ ٤٧

یہاں تک کہ یقین (موت) آگیا۔

(اظهر)

حاقه، 69:51: وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ

فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍۙ ٩٣، اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِۚ ٩٥ (واقعه، 56:95)

كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِؕ ٥ (تکاثر: 102:5)

لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَۙ ٦، ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِۙ ٧ (تکاثر، 102:7)

وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ
اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین (موت) آ جائے
(الحجر، 15:99)

قُلۡ إِنَّ ٱلۡمَوۡتَ ٱلَّذِى تَفِرُّونَ مِنۡهُ فَإِنَّهُۥ مُلَٰقِيكُمۡ
کہہ دو، جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم سے ضرور ملاقات کرے گی
(الجمعة، 62:8)

كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ ٱلۡمَوۡتِ
ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے
(آل عمران، 3:185)

اليقين ←ماده ي ق ن، معنی: پکا یقین، غیر مشکوک حقیقت۔
قرآن میں "الیقین" بعض مقامات پر موت کے معنی میں آیا ہے، کیونکہ موت ایک یقینی حقیقت ہے، جس کا انکار ممکن نہیں۔

موت کے آنے کے بعد توبہ اور ایمان کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔
یہ آیت عملی پیغام دیتی ہے کہ ایمان اور اصلاح کو مؤخر نہ کیا جائے، کیونکہ "یقین" اچانک آ سکتا ہے۔

48۔ فَمَا تَنفَعُهُمۡ شَفَـٰعَةُ ٱلشَّـٰفِعِينَ ٤٨

سو (اب) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی نفع نہیں پہنچائے گی،

(طاہرالقادری)

مَن ذَا ٱلَّذِی یَشۡفَعُ عِندَهُۥۤ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦ
کون ہے جو اس کے پاس سفارش کرے، مگر اس کے اذن سے
(البقرة، 2:255)

وَلَا یَشۡفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرۡتَضَىٰ
وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جس سے اللہ راضی ہو
(الأنبياء، 21:28)

فَمَا لَنَا مِن شَـٰفِعِینَ
ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والا نہیں
(الشعراء، 26:100)

✎ **یعنی بے نمازی کی شفاعت بھی نہیں!**

📖 **ترک نماز کی وجہ سے خالق سے دور اور ترک اطعام کی وجہ سے مخلوق سے دور ہونے کی وجہ سے وہ جہنم کے نزدیک ہو گئے۔ (بلاغ القرآن)**

📖 **شفاعت اس شفاف پانی کے مانند ہے، جسے کسی کمزور پودے کی جڑ پر ڈالا جائے، لیکن یہ بات واضح ہے کہ اگر پودا کلّی طور پر مرچکا ہو تو یہ صاف ستھرا پانی اسے زندہ نہیں کر سکتا۔ (نمونہ)**

✎ **یہ سورۃ قرآن کے نزولی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ ان سورتوں میں جو بات ہورہی وہ بنیادی اور اصل بات ہورہی۔ اس اصل کو بندہ ہمیشہ دل و دماغ میں رکھے، اور شفاعت کو استثنائی حکم کے تحت دیکھے کہ اگر اللہ نے چاہا تو کسے کے لیے شفاعت کے ذریعے راہِ نجات کا سبب بنا دے۔**

⚒ یہ آیت اس غلط فہمی کو دور کرتی ہے کہ محض کسی بزرگ یا نبی کی شفاعت پر بھروسہ کر کے نجات حاصل ہو جائے گی۔

اصل نجات ایمان اور عمل صالح سے ہے، شفاعت صرف اللہ کی رضا سے ہوگی۔

49۔ فَمَا لَهُمْ عَنِ ٱلتَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ٤٩

پھر انہیں کیا ہے، کہ ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں؟

(اظہر)

ثُمَّ أَعْرَضُواْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ ٱلْعَرِمِ

پھر انہوں نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیج دیا

(سبأ، 34:16)

وَإِذَا ذُكِّرُواْ لَا يَذْكُرُونَ

جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یاد نہیں کرتے

(الصافات، 37:13)

قَدْ كَانَتْ ءَايَٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ تَنكِصُونَ

میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں، تو تم پیچھے ہٹ جاتے تھے

(المؤمنون، 23:66)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- یہ آیت مکہ کے ان سرداروں کے بارے میں ہے جو قرآن سننے سے انکار کرتے اور مجلس سے اٹھ جاتے، تاکہ دوسرے لوگ بھی متاثر نہ ہوں۔
- مقصد یہ تھا کہ قرآن کی دعوت کو عام نہ ہونے دیا جائے۔

? سوال :کیا اعراض کا مطلب صرف سننے سے انکار ہے یا اس پر عمل نہ کرنا بھی؟

- **جواب :**دونوں۔ قرآن کے مطابق اعراض کا مطلب ہے جان بوجھ کر دین سے غافل رہنا، چاہے وہ سننے سے ہو یا عمل سے۔

50۔ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ٥٠

گویا وہ بِدکے ہوئے (وحشی) گدھے ہیں۔

(طاہرالقادری)

لغوی و صرفی تحقیق

حمر :"حمار" کی جمع، گدھے۔

مستنفرة ←مادہ ن ف ر، معنی: ڈر کر بھاگ جانا، دہشت زدہ ہو کر دوڑنا۔

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- عرب معاشرے میں جنگلی گدھے انتہائی خوف زدہ ہو کر شکار یا شکاری کی آہٹ سے بھاگتے تھے۔
- یہاں کفار کے قرآن سے بھاگنے کو اسی منظر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

? سوال :کیوں گدھے کی مثال دی گئی، کسی اور جانور کی نہیں؟

- **جواب :**گدھا بدکنے میں مشہور ہے، اور جنگلی گدھے خوف میں جتنی تیزی اور غیر معقولیت سے بھاگتے ہیں، یہ کیفیت کفار کے قرآن سے گریز کی عکاسی کرتی ہے۔

51۔ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ٥١

جو شیر سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔

(طاہرالقادری)

جب شیر (علی) آتا ہے، تو جنگلی گدھے/زیبرا وغیرہ بھاگ جاتے ہیں۔ (جوہری)

قرآن کو شیر سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ ان کے خوف کو اس منظر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن ان کے لیے خوفناک نہیں بلکہ رحمت تھا، مگر ان کی ضد اور تعصب نے اسے دشمن بنا کر پیش کیا۔

52۔ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ٥٢

بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام کھلے خط بھیجے جائیں۔
(فی ظلل القرآن)

لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ
کیوں نہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی اتاری گئی؟
(یونس، 10:20)

فَقَدْ سَأَلُوا۟ مُوسَىٰٓ أَكْبَرَ مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوٓا۟ أَرِنَا ٱللَّهَ جَهْرَةً
انہوں نے موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بات کہی، کہہ دیا: ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دو
(النساء، 4:153)

وَقَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ ٱلْأَرْضِ يَنبُوعًا
ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ نکالو
(الإسراء، 17:90)

◐ شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- مکہ کے سرداروں کا مطالبہ تھا کہ اگر واقعی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ ان میں سے ہر ایک کو آسمان سے ایک خاص خط یا کتاب بھیجے، جس میں لکھا ہو کہ "تم ایمان لاؤ"۔
- یہ مطالبہ محض ضد اور تکبر پر مبنی تھا، ایمان کی طلب پر نہیں۔

✎ **اس سے عندیہ ملتا ہے کہ لوگوں کو پیغام الٰہی سے مسئلہ نہ تھا، بلکہ پیغمبر سے مسئلہ تھا، تفسیر نور میں لکھا ہوا ہے کہ وہ کہتے تھے کوئی ایسا خط اوپر سے اترے جس میں لکھا ہوا ہو، فلاں بن فلاں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس رسول پر ایمان لائے، تو پھر ہم ایمان لے آئینگے، یعنی کافرین و مشرکین کو مسئلہ نبی کی ذات سے تھا۔ بلکل ایسے ہی پھر کئی لوگوں کو ذات علی سے مسئلہ تھا علی کی ولایت/وصایت،خلافت اور جانیشینی پر۔ بلکل ایسے ہی جسیے شیطان کو حضرت آدم سے مسئلہ تھا۔**

📖 **وہ ایک طرف کہتے ہیں: بشر رسول نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف یہ آرزو رکھتے ہیں کہ رسالت کا مقام ہمیں ملنا چاہے۔ (تفسیر کوثر)**

- قرآن بتا رہا ہے کہ یہ مطالبات اصل مسئلہ نہیں، بلکہ **ضد اور نفس پرستی** اصل رکاوٹ ہے۔

? سوال : کیا اللہ ایسا کر سکتا تھا کہ ہر کافر کو ایک صحیفہ دے؟

- **جواب :** جی ہاں، لیکن امتحان کا مقصد غیب پر ایمان ہے، نہ کہ مشاہدے پر مجبور کرنا۔ جب حقیقت واضح ہو جاتی ہے تو پھر ایمان کا معنی امتحان کے سیاق میں باقی نہیں رہتا۔

53۔ كَلَّاۖ بَل لَّا يَخَافُونَ ٱلْـَٔاخِرَةَ ٥٣

ہرگز نہیں! بلکہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں ہے۔

(بلاغ القرآن)

إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا وَرَضُواْ بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا
بیشک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر راضی ہیں
(یونس، 10:7)

بَلْ يُكَذِّبُونَ بِٱلسَّاعَةِ
بلکہ وہ قیامت کو جھٹلاتے ہیں
(الفرقان، 25:11)

إِنَّهُمْ كَانُواْ لَا يَرْجُونَ حِسَابًا
وہ حساب کی امید نہیں رکھتے تھے
(النبأ، 78:27)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- چونکہ انہیں آخرت کا ڈر نہیں تھا، اس لیے وہ قرآن اور نصیحت کو سنجیدگی سے نہیں لیتے تھے۔

- **اصل رکاوٹ عقلی یا علمی نہیں بلکہ اخلاقی ہے — آخرت کا خوف نہ ہونا۔**

جب انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا نہ پڑے، تو پھر وہ کسی نصیحت یا وحی کو کیوں سنجیدگی سے لے گا؟

✎ **"آخرت کا خوف" ایک بڑی چیز ہے، جس کو آخرت کا خوف نہیں، وہ ہر عمل کے انجام سے بے فکر رہتا (اور ان آیات کی روشنی میں مکہ کے کافروں و مشرکوں کی مانند ہوتا)۔**

اور بدقسمتی سے ہم مسلمانوں کو بھی صدیوں سے ایسی پٹی پڑھائی گئی کہ ہمیں اب آخرت کا کوئی خوف نہیں رہا۔ نیک عمل کر کے ڈائریکٹ جنت میں جائیں گے، یا بد عمل کر کے سزا کاٹ کر جنت میں جائیں گے۔ اس لیے اب آخرت کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ بلکہ مزید شفاعت کا کانسیپٹ پر علماء کا زور، اور نبی اور ائمہ سے توسل کا ایسا درس پڑھایا گیا کہ جو بچی کچی کسر تھی وہ بھی ختم ہوگئی... کہ لوگ بولتے، نبی بیٹھے ہیں، امتی کریں گے، علی بیٹھے ہیں، میرا شیعہ میرا شیعہ کریں گے۔ بس ہمیں دنیا میں نبی نبی علی علی کرنا ہے اور ڈائریکٹ جنت میں جانا ہے۔

انة تذكرة

54۔ كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ٥٤

کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) نصیحت ہے۔

(طاہرالقادری)

هَٰذَا بَلَٰغٌ لِّلنَّاسِ

یہ سب انسانوں کے لیے پیغام ہے

(إبراهيم، 14:52)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُۥ قَلْبٌ

یقیناً اس میں نصیحت ہے ہر اس کے لیے جس کا دل ہو

(ق، 50:37)

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَـٰلَمِينَ
یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے
(ص، 38:87)

✎ **قرآن نصیحت ہے، ذکر، کہ انسان دنیا میں آنے کے بعد اپنا خالق اور اپنا مقصد بھول گیا ہے، تو اسکو ایک بار پھر سے یاد دلایا جارہا۔**

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

- کفار قرآن کو جادو، شاعری یا کہانی قرار دیتے تھے۔
- یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ قرآن کا اصل مقصد لوگوں کو بیدار کرنا اور یاد دلانا ہے۔

"تذکرۃ" میں صرف علمی نہیں بلکہ روحانی بیداری کا مفہوم ہے۔

قرآن محض معلومات کی کتاب نہیں بلکہ شعور اور عمل کو بیدار کرنے کا ذریعہ ہے۔

عملی پہلو

- قرآن کو صرف برکت کے لیے پڑھنا اور اس کے پیغام کو نظر انداز کر دینا، اس کے نصیحت ہونے کے اصل مقصد کو کھو دینا ہے۔

55۔ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ٥٥

ب جو چاہے اس سے نصیحت اخذ کرلے۔
(اسرار احمد)

لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ
تم میں سے جو سیدھا چلنا چاہے
(التکویر، 81:28)

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَـٰلَمِينَ • لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ
یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے، اس کے لیے جو سیدھی راہ اختیار کرنا چاہے
(التکویر، 81:27-28)

فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ ٱلذِّكْرَىٰ

پس نصیحت کرو اگر نصیحت فائدہ دے
(الأعلى، 87:9)

- کوئی بھی علم یا نصیحت، چاہے قرآن ہی کیوں نہ ہو، سننے والا تب ہی فائدہ اٹھاتا ہے جب اس کے اندر طلب اور ارادہ ہو۔

- **نزول سے لے کر اب تک، "کتابِ قرآن" ہر کسی کے پاس موجود ہے، پر ظاہر سی بات ہے اس سے نصیحت وہی حاصل کرتا ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے، کوشش کرے، اور پھر عمل بھی کرے۔**

56۔ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ ٱلتَّقْوَىٰ وَأَهْلُ ٱلْمَغْفِرَةِ ٥٦

اور وہ اس سے نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی ہے بخشنے کے لائق۔
(وحیدالدین)

وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ
تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ چاہے
(الإنسان، 76:30)

إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ
آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
(القصص، 28:56)

? **سوال :اگر سب اللہ کی مشیت سے ہے تو پھر ذمہ داری انسان کی کیوں؟**

- **جواب :**اللہ نے انسان کو ارادہ اور عقل دی ہے، مگر کامیابی اس وقت ملتی ہے جب وہ اللہ کی توفیق سے اس ارادے کو صحیح سمت میں استعمال کرے۔ یہ دو طرفہ تعلق ہے۔

- **کوئی شخص اپنی نیکی یا ایمان پر گھمنڈ نہ کرے، کیونکہ ہدایت اللہ کا فضل ہے۔**
گناہگار مایوس نہ ہو، کیونکہ مغفرت کا دروازہ بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اہلِ مغفرت ہے۔

📖 انسان کی طرف سے ہدایت چاہنے پر اللہ کی طرف سے ہدایت ملنا ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ بندہ ہدایت کے لیے حاضر، آمادہ ہو، اللہ اسے ہدایت نہ دے۔ ایسا کرنا اللہ کی مشیت نہیں ہے۔ یہ بھی اللہ کی مشیت نہیں ہے کہ بندہ ہدایت کے لیے آمادہ نہ ہو، اس کے باوجود اللہ اس پر ہدایت جبراً مسلط کر دے۔ جو ہدایت کے لیے آمادہ ہوتا ہے اللہ اسے ہدایت کی توفیق دیتا ہے۔ (کوثر)

-

درسِ سورۃ

✏ **یا مدثر، اٹھیں اور انذار کریں، قیامت تو آکر رہے گی، دشمنوں کی پرواہ نہ کریں، یہ سقر میں جائیں گے جو نماز نہیں پڑھتے، اور یتیموں کو کھانا نہیں کھلاتے، اور بیہودہ بکواس بکنے والوں کے ساتھ بکواس بکتے کرتے رہتے ہیں. (کل نفس بما کسبت رهينه) ہر نفس اپنے کسب کے بدلے گروی ہے۔ یہ اس "ذکر" قرآن سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے بدکے ہوئے گدھے شیر دیکھ کر بھاگتے ہیں۔**

🙜

📖 **سورۃ المدثر — مکمل خلاصہ (10 نکاتی فریم ورک)**

1️⃣ تعارف و پس منظر

- **مکی سورت 56** — آیات۔
- نزول کے اعتبار سے ابتدائی دور کی سورتوں میں سے ہے، سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کے بعد نازل ہوئی۔
- شانِ نزول: نبی ﷺ کو کھلے عام دعوتِ حق دینے کا حکم ملا، اور منکرینِ مکہ کے رویے کا جواب دیا گیا۔

2️⃣ مرکزی پیغام

- رسول ﷺ کی ذمہ داری: کھڑے ہو کر خبردار کرنا، اپنے کردار کو پاکیزہ بنانا، اور صرف اللہ کے لیے اخلاص رکھنا۔
- اہلِ ایمان کو تقویٰ اور صبر کی تلقین، اور کافروں کے انجام کا بیان۔
- قیامت، جنت اور جہنم کی ہولناک تصویر کشی۔

3 اہم موضوعات

1. **نبوی ذمہ داریاں** —(آیات 1–7)
   - اٹھو اور خبردار کرو۔
   - اپنے لباس کو پاک رکھو، ناپسندیدہ چیز سے دور رہو، اور احسان جتا کر نہ دو۔
2. **اہلِ مکہ کا انکار** —(آیات 8–30)
   - قیامت کا دن، صور کا پھونکا جانا۔
   - ایک بڑے دشمن (ولید بن مغیرہ) کا ذکر، اس کی ضد، اور قرآن کو جادو کہنا۔
3. **سقر (جہنم) کی ہولناکی** —(آیات 31–37)
   - انیس فرشتے، آزمائش، اور جہنم کے دربان۔
4. **اہلِ جنت اور جہنم کا مکالمہ** —(آیات 38–48)
   - مجرمین کا اقرار کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکین کو کھلاتے نہیں تھے، لغویات میں لگے رہتے تھے، اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔
5. **قرآن کا تعارف اور نصیحت کی نوعیت** —(آیات 49–56)
   - کفار کی تمثیل، ان کا صحیفے کا مطالبہ، اصل وجہ: آخرت سے بے خوفی۔
   - قرآن نصیحت ہے، مگر نصیحت لینا اللہ کی توفیق سے ممکن ہے۔

4 بلاغتی و ادبی پہلو

- **شدت اور زور دار لہجہ** —بار بار "كَلَّا" کا استعمال۔
- تمثیل (وحشی گدھوں کا شیر سے بھاگنا) سے کفار کی نفسیات کو واضح کرنا۔

- جملے چھوٹے اور بھرپور، جو سننے والے کے دل میں اتر جائیں۔

---

5 عقلی و تدبری نکات

- ہدایت کا انحصار صرف علم پر نہیں بلکہ نیت اور ارادے پر ہے۔
- آخرت کا شعور انسان کی زندگی بدل دیتا ہے، اور اس کی کمی ضد اور تکبر پیدا کرتی ہے۔
- اللہ کا پیغام انسان کو خود بدلنے کا اختیار دیتا ہے، مگر اس اختیار کی کامیابی اللہ کی توفیق سے ہے۔

---

6 تنقیدی پہلو

- کفار کا مطالبہ کہ ہر ایک کے لیے الگ صحیفہ آئے، دراصل دلیل کی طلب نہیں بلکہ ضد تھی۔
- ایمان کا امتحان **غیب پر ایمان** ہے، زبردستی مشاہدہ دکھا کر ایمان لینا مقصد نہیں۔
- آیت 56 واضح کرتی ہے کہ انسانی اختیار اور الٰہی مشیت دونوں ساتھ چلتے ہیں۔

---

7 عملی پہلو / آج کے دور میں اطلاق

- دین کی دعوت میں سب سے پہلے اپنے کردار کو درست کرنا ضروری ہے۔
- آج بھی لوگ قرآن کو سنجیدگی سے نہیں لیتے کیونکہ آخرت پر یقین کمزور ہے۔
- نصیحت تب ہی اثر کرتی ہے جب سننے والا سننے کے لیے تیار ہو۔

---

8 کراس ریفرنس کے بڑے موضوعات

- **قیامت کی منظر کشی** —(التکویر، 81:1–14)

- **انکار کرنے والوں کی ضد** —(الإسراء، 17:90–93)
- **اہلِ جنت و جہنم کی گفتگو** —(الصافات، 37:50–57)، (الحجر، 15:45–50)
- **ہدایت اللہ کی مشیت سے** —(الإنسان، 76:30)، (القصص، 28:56)

---

9 سنی و شیعہ اختلاف

- اس سورت میں کوئی نمایاں مسلکی اختلاف نہیں۔
- سب مکاتب فکر اس کو نبی ﷺ کے ابتدائی دورِ بعثت کی اہم ہدایات میں شمار کرتے ہیں۔

---

10 خلاصہ پیغام

سورۃ المدثر ہدایت کے سفر کا روڈ میپ دیتی ہے:

- **دعوت دینے والے** ←خود کو پاک کریں، خالص نیت رکھیں، اور صبر کریں۔
- **سننے والے** ←آخرت کا شعور پیدا کریں، ورنہ نصیحت بے اثر ہو گی۔
- **حقیقت** ←ہدایت لینا انسان کا اختیار ہے، مگر کامیابی اللہ کی توفیق سے ہے، جو تقویٰ اور مغفرت کا مالک ہے۔

الحمد للہ رب العٰلمین

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اظهر حسین ابڑو (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لَهُ وَٱرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَٱعْفُ عَنْهُ)

Last modified.
11-06-2025
16 آگسٹ 2025